

وَمَا قَتَلُوهُ يَقِينًا بَلْ رَفَعْنَا بَأْسَ اللَّهِ إِلَيْهِمْ كَمَا كَانَ اللَّهُ غَافِقًا لِمُؤْمِنِي
 ترجمہ :- اور انہوں نے انکو یقینی بات ہے کہ یہ پیر نزاحک ہے
 قتل نہیں کیا بلکہ ان کو خدا تعالیٰ نے اپنی طرف اٹھالیا اور اللہ تعالیٰ بڑی برود حکمت ہیں

کلمۃ اللہ

193

فی

حیاتی روح اللہ

ملقب بہ

حیاتِ علیؑ

مؤلفہ

حضرت مولانا محمد ادریس صاحب مدظلہ شرح الحدیث جامعہ ترقیہ لاہور

ملنے کا پتہ

مکتبہ صدیقہ بیرون بوہڑ گریٹ ملتان شہر

وَاللَّهُ أَقْبَلُ يَعْنِيَنَّكَ وَعَدَّ إِلَيْكَ الْوَكَايِلَ عَنْ رَأْسِ الْحَكِيمِ وَاللَّهُ
كَلِمَةُ الشَّهِدَةِ

فِي

حَيَاتِ رُوحِ الشَّهِدِ

مُلَقَّبِ بِكَ

حَيَاتِ عَلِيِّ
وَالصَّلَاةِ
عَلَيْهِ

جس میں علیؑ کا جسم خضریٰ آسمان پر زندہ اٹھایا جانا اور اس وقت تک آسمان
میں زندہ رہنا اور آخر زمانے میں آسمان سے نازل ہونا قرآن مجید احادیث
واجماع امت کے دلائل سے ثابت کیا گیا ہے۔

از حضرت مولانا محمد ادریس صاحب کاندھلوی مدظلہ العالی

ناشر

مکتبہ صدیقیہ بیرون بوہڑ روڈ واہ ملتان شہر کے

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

الحمد لله رب العالمين والعاقبة للمتقين والصلوة والسلام على سيدنا ومولانا محمد خاتم الانبياء والمرسلين وعلى آله واصحابه وازواجه وذرياتهم اجمعين وعلى من معهم يا ارحم الراحمين

امابعد

بندۂ گنہ گار امیدوار رحمت پروردگار محمد ادریس کاندھلوی کان اشرفہ کان ہولندہ (آمین) اہل اسلام کی خدمت میں عرض پرداز ہے کہ اس امت مرحومہ پر قوم عاد اور ثمود کی طرح عذاب تو نہیں لیکن فتنے ہیں جن سے نکلنے کا راستہ سوائے کتاب و سنت کے کچھ نہیں اور کتاب و سنت تک رسائی بدولت حضرات صحابہ و تابعین کے ناممکن ہے۔ اس لیے کہ صحابہ اور تابعین ہی کے ذریعہ ہم تک کتاب و سنت پہنچی نبی اور امت کے درمیان میں صحابہ واسطہ ہیں اور ایسا واسطہ ہیں کہ اللہ ان سے راضی ہو اور وہ اللہ سے راضی ہو۔ لہذا قرآن و حدیث کا وہی مطلب معتبر ہو گا جو حضرات صحابہ اور تابعین سمجھا۔ سوائے حضرات انبیاء و مرسلین کے دنیا میں صحابہ کرام جیسا نور علم اور نور اور نور تقوی نہ اولین میں سے کسی کو میسر آیا اور نہ آخرین میں سے کسی کو حاصل

پس اگر صحابہ کرام کی تفسیر اور شرح مشہر نہیں تو پھر کسی کی بھی معتبر نہیں۔ خدا کی قسم! اگر ایک صحابی کے نورِ علم اور نورِ فہم اور نورِ تقویٰ کی زکوٰۃ نکالی جائے اور کل عالم تفسیر کی جائے تو عالم کا ہر فرد علم و فہم کا امیر اور دولت مند بن جائے۔

اس دورِ فتن میں ہر طرف کے بین پر فتنوں کا ہجوم ہے جس میں ایک بہت بڑا فتنہ مرزائیت کا ہے۔ اس فتنہ کا بانی فشی مرزا غلام احمد قادیانی ہے۔ اولاً اس نے اپنے مجدد ہونے کا دعویٰ کیا، پھر مثل مسیح ہونے کا۔ پھر مسیح اور عیسیٰ ہونے کا۔ اور اپنی مسیحیت کی دُھن میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات کا مدعی بنا اور ان کے رفع الیٰ السما کو محال قرار دیا اور صلوات اللہ علیہ اس بارے میں سیاہ کیے کہ عیسیٰ علیہ السلام وفات پا کر مدفون ہو چکے اور جو شخص ہرگز دفن ہو گیا، وہ قیامت سے پہلے دوبارہ زندہ ہو کر دنیا میں واپس نہیں آسکتا اور پھر اس زعمِ فاسد اور خیالِ کاسد کی بنا پر ان احادیث میں تحریف کی کہ جن سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا آسمان سے نازل ہونا اور دنیا میں دوبارہ تشریف لانا صراحتاً مذکور ہے۔ ان احادیث صریحہ اور صحیحہ میں یہ تحریف کی کہ نزول مسیح سے مثل مسیح کا پیدا ہونا مراد ہے۔ اور پھر اس مثل کا مصداق خود اپنی ذات کو قرار دیا۔ جس کا حاصل یہ نکلا کہ تمام احادیث میں مسیح بن مریم کو وہ مسیح مراد نہیں جن کا قرآن میں ذکر ہے بلکہ ان کا مثل اور شبیہ مراد ہے اور نزول سے آسمان سے اترنا مراد نہیں بلکہ ماں کے پیٹ سے پیدا ہونا مراد ہے اور پھر ولادت سے یہ مراد ہے کہ وہ مثل مسیح قادیان کے ایک دہقان کی بیجا بن عورت کے پیٹ سے پیدا ہوا اور بڑا ہو کر عیسائیوں کے اسکول میں تعلیم پائے اور جوان

ہو کر عیسائیوں کی دفتری ملازمت کرے اور پھر چند روز بعد مریم بنے اور پھر خود اپنے سے عیسیٰ پیدا ہو جائے۔ خود ہی والد اور خود ہی والدہ اور خود ہی مولود۔ خدا کی قسم! اب تک میری سمجھ میں نہیں آیا کہ لوگ کس طرح اس جنون اور دیوانگی پر ایمان لے آتے ہیں۔ رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوبَنَا بَعْدَ إِذْ هَدَيْتَنَا وَهَبْ لَنَا مِنْ لَدُنْكَ رَحْمَةً إِنَّكَ أَنْتَ الرَّحْمَاطُ ۝

علماء اہل سنت و الجماعت نے رد مرزائیت پر عموماً اور حیات عیسیٰ علیہ السلام کے موضوع پر خصوصاً مفصل اور مختصر اور متوسط کتابیں تالیف فرمائیں اور بارگاہِ خداوندی سے اجر حاصل کیا۔ جزا ہم اللہ تعالیٰ وعن سائر المسلمین خیر اجرنا۔ آمین

۱۳۳۳ھ میں اس ناچیز اور بے بضاعت نے بھی ایک رسالہ "کلمۃ اللہ فی حیات روح اللہ کے نام سے لکھا تھا جس کو حضرت مخدومنا الجیب و مطاعنا اللیب حضرت مولانا حبیب الرحمن صاحب مہتمم دارالعلوم دیوبند تغیر اللہ تعالیٰ بالرحمۃ والغفران نے اپنے اہتمام سے شائع فرمایا تھا پھر ۱۳۴۵ھ میں دوبارہ نظر ثانی اور اضافات کے ساتھ یہ رسالہ شائع ہوا۔ اب تیسری مرتبہ ۱۳۴۶ھ میں بہت سے جدید اضافات اور ترمیمات کے ساتھ اہل اسلام کی خدمت میں پیش کیا جا رہا ہے اللہ تعالیٰ قبول فرمائے۔ آمین۔

حضرت الاستاذ و شیخنا الاکبر مولانا شاہ السید محمد نور نور اللہ وجہہ یوم القیمۃ و نظر (آمین) صدر المدین دارالعلوم دیوبند جس طرح وہ اپنے زمانہ میں بے مثال تھے اسی طرح انہوں نے اس موضوع پر ایک بے مثال اور لاجواب کتاب

عربی زبان میں تالیف فرمائی جس کا نام عقیدۃ الاسلام فی حیات عیسیٰ علیہ السلام تجویز فرمایا جو علماء اور فضلاء کے لیے مشعلِ راہ اور شمعِ راہیت بنی اس ناچیز نے بھی اس کتاب مستطاب کے لطیف مضامین کے وہ اقتباسات جن کو عام اور متوسط الاستعداد طبقہ سمجھ سکے اپنے اس رسالہ میں اضافہ کر دیے ہیں۔

تحدیث بالنعمة

وَأَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ

ناچیز کا یہ رسالہ پہلی مرتبہ حضرت مولانا حبیب الرحمن صاحب رحمۃ اللہ علیہ مہتمم دارالعلوم دیوبند نے مطبع قاسمی میں طبع کرایا۔ جس شب میں اس رسالہ کی لوح کا وقت طبع ہو رہا تھا اس شب میں اس ناچیز نے یہ خواب دیکھا کہ یہ ناچیز دارالعلوم دیوبند کی مسجد میں داخل ہوا۔ دیکھتا کیا ہے کہ حضرت عیسیٰ علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام منبر کے قریب اور محرابِ امام کے سامنے تشریف فرما ہیں چہرہ مبارک پر عجیب و غریب انوار ہیں۔ یوں معلوم ہوتا ہے کہ ایک فرشتہ بیٹھا ہوا ہے اور حضرت کے ساتھ کوئی خادم بھی ہے۔ یہ ناچیز نہایت ادب کے ساتھ دو زانو سامنے بیٹھ گیا۔ تھوڑی دیر میں ایک قادیانی پکڑ کر لایا گیا اور سامنے کھڑا کر دیا گیا۔ بعد ازاں دو عمال لائے گئے۔ ایک نہایت سفیر اور خوب صورت ہے اور دوسرا نہایت سیاہ اور بد بودار ہے۔ حضرت عیسیٰ

علیہ السلام نے اپنے خادم کو حکم دیا کہ سفید عبا اس ناچیز کو پہنائیں اور سیاہ عبا
 اُس قادیانی کو پہنایا جائے۔ چنانچہ سفید عبا اس ناچیز کو پہنایا گیا فذلہ للحمد
 وللنصرۃ۔ اور سیاہ عبا اس قادیانی کو۔ اور یہ ناچیز خاموش گھڑا سے اور قادیانی
 کو دیکھ کر دل میں یہ آیت پڑھ رہا ہے **سَبَّحْتَ بِمُحَمَّدٍ مِّنْ قَطْرَانٍ وَتَغَشَّى
 وَجْهُهُمُ سَحَابٌ** اس کے بعد آنکھ کھل گئی۔

اب میں حق تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ اسے پروردگار! علمائے ربانیین کی
 جوتیوں کے صدقہ اور طفیل میں اس ناچیز کی اس ناچیز خدمت کو بھی قبول فرما،
 اور اس تالیف کو اہل اسلام کے لیے موجب سکینت و طماننت اور قادیانیوں
 کے لیے موجب ہدایت و سعادت اور اس نابکار گنہگار کے لیے ذخیرہ آخرت
 اور موجب نجات و مغفرت فرما۔ آمین یا ارحم الراحمین یا ارحم الراحمین :
**رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا إِنَّكَ أَنْتَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ وَنَبِّ عَلَيْنَا
 إِنَّكَ أَنْتَ السَّرَّابُ الرَّحِيمُ**
 بضاعت نیا دروم الامید
 خدا یا زعموم مکن ناامید

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

مقدمہ

در بیان امکان رفع جسمانی

مرزا صاحب اور ان کی جماعت کا دعویٰ ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام زندہ آسمان پر نہیں اٹھائے گئے بلکہ وفات پا کر مدفون ہو چکے اور دلیل یہ ہے کہ کسی جسم عنصری کا آسمان پر جانا محال ہے جیسا کہ ازالتہ الاولیاء ص ۲۷۷ تقطیع خورد اور ص ۲۷۸ تقطیع کلاں پر ہے :-

جواب

یہ ہے کہ جس طرح نبی اکرم محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا جسدِ اطہر کے ساتھ بیت المقدس میں جانا اور پھر وہاں سے واپس آنا حق ہے۔ اسی طرح عیسیٰ علیہ السلام کا بچسدا عنصری آسمان پر اٹھایا جانا اور پھر قیامت کے قریب ان کا آسمان سے نازل ہونا بھی بلاشبہ حق اور ثابت ہے جس طرح آدم علیہ السلام کا آسمان سے

زمین کی طرف مہبوط ممکن ہے۔ اسی طرح حضرت عیسیٰ کا آسمان سے زمین کی طرف نزول بھی ممکن ہے اِنَّ مَثَلَ عِيسٰى عِنْدَ اللّٰهِ كَمَثَلِ اٰدَمَ جَعْفَرُ بْنُ اَبِي طَالِبٍ كَافْرِشْتُوں كے ساتھ آسمانوں میں اُڑنا صحیح اور قوی حدیثوں سے ثابت ہے۔ اسی وجہ سے ان کو جعفر طیار کے لقب سے یاد کیا جاتا ہے۔

امام طبرانی نے باسناد حسن عبد اللہ بن جعفر سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے ایک بار یہ ارشاد فرمایا کہ اے جعفر کے بیٹے عبد اللہ تجھ کو مبارک ہو تیرا باپ فرشتوں کے ساتھ آسمانوں میں اڑتا پھرتا ہے (اور ایک روایت میں یہ ہے کہ جعفر جبرئیل و میکائیل کے ساتھ اڑتا پھرتا ہے۔ ان ہاتھوں کے عجز میں جو غزوہ موتہ میں کٹ گئے تھے اللہ تعالیٰ نے ان کو ملائکہ کی طرح دوبارہ عطا فرمادے ہیں اور اس روایت کی سند نہایت حید اور عمدہ ہے۔ (زررقانی ص ۲۴۵ ج ۲ و فتح الباری

ص ۱۰۷ ج ۱)

اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا اس بارے میں ایک شعر ہے :-

وَجَعْفَرُ الَّذِي يَضْحَى وَيَمْسِي
يَطِيرُ مَعَ الْمَلَائِكَةِ ابْنَ اَيِّ

اَخْرَجَ الطَّبْرَانِيُّ بِاسْنَادٍ حَسَنٍ
عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ جَعْفَرٍ قَالَ
قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هُنَيْثُ لَكَ
اَبُوكَ يَطِيرُ مَعَ الْمَلَائِكَةِ
فِي السَّمَاءِ كَذَانِي فَتَحِ الْبَارِي
ص ۲۴۵ ج ۲

(ترجمہ) وہ جعفر کہ جو صبح و شام فرشتوں کے ساتھ اڑتا ہے وہ میری ہی ماں کا بیٹا ہے۔

اور علیٰ بن عامر بن فہیرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا غزوہ بدر میں شہید ہونا، اور پھر ان کے جنازہ کا آسمان پر اٹھایا جانا روایات میں مذکور ہے جیسا کہ حافظ عسقلانی نے اصحابہ میں اور حافظ ابن عبد البر نے استیعاب میں اور علامہ زرقانی نے شرح مواہب و مشابہہ ج ۲ میں ذکر کیا ہے۔ جبار بن سلیمان جو عامر بن فہیرہ کے قاتل تھے وہ اسی واقعہ کو دیکھ کر ضحاک بن سفیان کلابی کی خدمت میں حاضر ہو کر مشرف باسلام ہوئے اور یہ کہا:۔

دعائی الی الاسلام صا رایت
من مقتل عامر بن فہیرہ
وسرفعہ الی السماء
عامر بن فہیرہ کا شہید ہونا اور ان کا
آسمان پر اٹھایا جانا میرے اسلام
لانے کا باعث بنا۔

ضحاک نے یہ تمام واقعہ آل حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت باہرکت میں لکھ کر بھیجا۔ اس پر اس حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:۔

فان الملائکۃ واسرت جثتہ
وانزلنی علیہن
فرشتوں نے اس کے جثہ کو چھپا لیا
اور وہ علیہن میں اتارے گئے۔

ضحاک ابن سفیان کے اس تمام واقعہ کو امام بیہقی اور ابو نعیم اصفہانی دونوں نے اپنی اپنی ولائل النبوة میں بیان کیا شرح الصدور فی احوال الموتی والقبور للعلامة
السیوطی ص ۱۴۲

اور حافظ عسقلانی نے اصحابہ میں جبار بن سلیمان کے تذکرہ میں اس واقعہ کی طرف

اجمالاً اشارہ فرمایا ہے۔

شیخ جلال الدین سیوطی شرح الصدور میں فرماتے ہیں کہ عامر بن فہیرہ کے آسمان پر اٹھانے کے واقعہ کو ابن سعد اور عالم اور موسیٰ بن عقبہ نے بھی روایت کیا ہے۔ غرض یہ کہ یہ واقعہ متعدد اسانید اور مختلف روایات سے ثابت اور محقق ہے۔

واقعہ زجج میں جب قریش نے غیب بن عدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو سولی پر لٹکایا تو اس حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عمرو بن امیہ ضمریؓ کو غیبت کی نعش اتار لانے کے لیے روانہ فرمایا۔ عمرو بن امیہ وہاں پہنچے اور غیب کی نعش کو اتارا دفعہ ایک دھماکا سنائی دیا، پیچھے پھر کر دیکھا اتنی دیر میں نعش غائب ہو گئی۔ عمرو بن امیہ فرماتے ہیں گویا زمین نے ان کو نگل لیا۔ اب تک اس کا کوئی نشان نہیں ملا۔ اس روایت کو امام ابن جنبل نے اپنی مسند میں روایت کیا ہے۔
(زندگانی شرح مواہب ص ۱۲ ج ۱۲)

شیخ جلال الدین سیوطی فرماتے ہیں کہ غیبت کو زمین نے نگلا اسی وجہ سے ان کا لقب بلع الارض ہو گیا۔ اور ابو نعیم اصفہانی فرماتے ہیں کہ صحیح یہ ہے کہ عامر بن فہیرہ کی طرح غیب کو بھی فرشتے آسمان پر اٹھالے گئے۔ ابو نعیم کہتے ہیں کہ جس طرح حق تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو آسمان پر اٹھایا اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں سے عامر بن فہیرہ اور غیب بن عدی اور علاء بن حضریؓ کو آسمان پر اٹھایا۔ انتہی۔

علماء انبیاء کے وارث ہوتے ہیں۔ اولیاء کا الہام و کرامت انبیاء کرام کی

اولیاء

اولیاء

وحی اور معجزات کی وراثت ہے۔

ومما يقوى قصة الرفع
الى السماء ما اخرجته النسائي
والبيهقي والطبراني وغيرهم
من حديث جابر بن طلحة
اصيبت انا ملة يوم احب
فقال حسن، فقال رسول الله
صلى الله عليه وسلم لو
قلت بسم الله لرفعتك
الملائكة والناس ينظرون
اليك حتى تجر بك في جو
السماء -

واخرج ابن ابى الدنيا في
ذكر الموتي عن زيد بن اسلم
قال كان في بني اسرائيل
رجل قد اعتزل الناس
في كهف جبل وكان اهل

شیخ جلال الدین سیوطی شرح الصدور^{۱۶۲}
میں فرماتے ہیں کہ عامر بن فہیرہ اور غیبیہ
رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے واقعہ رفع الی
السماء کی وہ واقعہ بھی تائید کرتا ہے جس کو
نسائی اور بیہقی اور طبرانی نے جابر بن
عبد اللہ رضی اللہ عنہما سے روایت کیا
ہے کہ غزوہ احد میں حضرت طلحہ کی انگلیاں
زخمی ہو گئیں تو اس تکلیف کی حالت میں
زبان سے حسن یہ لفظ نکلا۔ اس پر آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر تو بجانے
حسن کے بسم اللہ کہتا تو لوگ دیکھتے ہوئے
ہوتے اور فرشتے تجکو اٹھا کر لے جاتے یہاں
تک کہ تجکو آسمان میں لے کر گھس جاتے۔

ابن ابی الدنیا نے ذکر الموتي میں زید بن اسلم
سے روایت کیا ہے کہ بنی اسرائیل میں
ایک عابد تھا کہ جو پہاڑ میں رہتا تھا جب
تھکے ہوتا تو لوگ اس سے بخشش کی دعا
کرتے وہ دعا کرتا اللہ تعالیٰ اس کی دعا کی

زما نہ اذا قحطوا استغاثوا
 بہ فدعی اللہ فسقاہم
 فہات فاحذوا فی جہازہ
 فبینا ہم کذلک اذا ہم
 بسریر من فرج فی عنان السماء
 حتی انتہی الیہ فقام رجل
 فاحذہ فوضعا علی السریر
 والناس لینظرون الیہ فی
 الہواء حتی غاب عنہم

(شرح الصدور منک ۱۴۳)

برکت سے بارانِ رحمت نازل فرماتا۔ اس
 عابد کا انتقال ہو گیا۔ لوگ اس کی تجہیز و
 تکفین میں مشغول تھے اچانک ایک
 تخت آسمان سے اترتا ہوا نظر آیا یہاں
 تک کہ اس عابد کے قریب آ کر رکھا گیا۔
 ایک شخص نے کھڑے ہو کر اس عابد کو اس
 تخت پر رکھ دیا۔ اس کے بعد وہ تخت
 اوپر اٹھا گیا، لوگ دیکھتے رہے یہاں تک
 کہ وہ غائب ہو گیا۔

اور حضرت ہارون علیہ الصلوٰۃ والسلام کے جنازہ کا آسمان پر اٹھایا جانا
 اور پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام کی دعا سے آسمان سے زمین پر اتر آنا مستدرک
 عام میں مفصل مذکور ہے۔ (مستدرک ص ۵۴۹ ج ۲)
 مقصد ان واقعات کے نقل کرنے سے یہ ہے کہ منکرین اور ملحدین خوب
 سمجھ لیں کہ حق جل شانہ نے اپنے مجبین اور مخلصین کی اس خاص طریقہ سے
 بارہا تائید فرمائی کہ ان کو صحیح و سالم فرشتوں سے آسمانوں پر اٹھوا لیا اور زمین
 دیکھتے ہی رہ گئے۔ تاکہ اس کی قدرتِ کاملہ کا ایک نشان اور کرمہ ظاہر ہو اور
 اس کے نیک بندوں کی کرامت اور منکرین معجزات و کرامات کی سوائی
 و دولت آشکارا ہو۔ اور اس قسم کے خوارق کا ظہور مومنین اور مصدقین کیلئے

موجب طمانیت اور مگنہ بین کے لیے اتمام حجت کا کام دے۔

ان واقعات سے یہ امر بھی بخوبی ثابت ہو گیا کہ کسی جسم عنصری کا آسمان پر اٹھایا جانا نہ قانون قدرت کے خلاف ہے نہ سنت اللہ کے مصادم ہے بلکہ ایسی حالت میں سنت اللہ یہی ہے کہ اپنے خاص بندوں کو آسمان پر اٹھایا جائے تاکہ اس بلیک مقدر کی قدرت کا کرشمہ ظاہر ہو اور لوگوں کو یہ معلوم ہو جائے کہ حق تعالیٰ کی اپنے خاص ان خاص بندوں کے ساتھ یہی سنت ہے کہ ایسے وقت میں ان کو آسمان پر اٹھالیتا ہے۔ غرض یہ کہ کسی جسم عنصری کا آسمان پر اٹھایا جانا قطعاً محال نہیں بلکہ ممکن اور واقع ہے اور اسی طرح کسی جسم عنصری کا بغیر کھانے اور پینے زندگی بسر کرنا بھی محال

نہیں۔ اصحاب کہف کا تین سو سال تک بغیر کھانے پینے زندہ رہنا قرآن

کریم میں مذکور ہے وَلَبِثُوا فِي كَهْفِهِمْ ثَلَاثَ مِائَةٍ سِنِينَ وَازْدَادُوا تِسْعًا

اس سے مراد صاحب کا یہ وسوسہ بھی زائل ہو گیا کہ جو شخص اسی یا نوے

سال کو پہنچ جاتا ہے وہ محض نادان ہو جاتا ہے لہذا قال تعالیٰ

وَمِنْكُمْ مَنْ يَسْرِدْ إِلَىٰ آسَافِ الْأَعْمُرِ لِكَيْ لَا يَعْلَمَ عَلَيْهِ شَيْءٌ

اس لیے کہ اردل العمر کی تفسیر میں اسٹی یا نوے سال کی قید مرزا صاحب

نے اپنی طرف سے لگائی ہے قرآن وحدیث میں کہیں قید نہیں۔ اصحاب

کہف تین سو سال تک کہیں نادان نہیں ہو گئے۔ اور علی ہذا حضرت آدم

علیہ السلام اور حضرت نوح علیہ السلام صد ہا سال زندہ رہے اور ظاہر ہے

کہ نبی کے علم اور عقل کا زائل ہونا ناممکن اور محال ہے۔

حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب
 وہ حال ظاہر ہوگا تو شدید فحط ہوگا اور اہل ایمان کو کھانا پیسہ نہ آئے گا اس پر
 صحابہ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ اس وقت اہل ایمان کا کیا حال ہوگا؟
 آپ نے ارشاد فرمایا:۔ یجزئہم ما یجزئ السماء من التسبیح و
 التقدیس یعنی اس وقت اہل ایمان کو فرشتوں کی طرح تسبیح و تقدیس
 ہی غذا کا کام دے گی۔

اور حدیث میں ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کئی کئی دن کا صوم وصال
 رکھتے اور یہ فرماتے اب کو مثلی انی ابیت یطعمنی سماوی و سقینی
 تم میں کون شخص میری مثل ہے کہ جو صوم وصال میں میری برابری کرے میرا
 پروردگار مجھے غیب سے کھلاتا ہے اور پلاتا ہے۔ یہ غیبی طعام میری غذا ہے
 معلوم ہوا کہ طعام و شراب عام سے خواہ حسی ہو یا غیبی ہو لہذا وَمَا
 جَعَلْنَاهُمْ جَسَدًا اَلَا یَاکُلُوْنَ الطَّعَامَ سے یہ استدلال کرنا کہ
 جسم عنصری کا بغیر طعام و شراب کے زندہ رہنا ناممکن ہے غلط ہے۔ اس لیے
 کہ طعام و شراب عام سے کہ خواہ حسی ہو یا معنوی۔ حضرت آدم علیہ السلام
 اکل شجر سے پہلے جنت میں ملائکہ کی طرح زندگی بسر فرماتے تھے۔ تسبیح و
 تہلیل ہی ان کا ذکر تھا۔ پس کیا حضرت مسیح جو کہ نفعہ جبرئیل سے پیدا ہونے کی
 وجہ سے جبرئیل امین کی طرح تسبیح و تہلیل سے زندگی بسر نہیں فرما سکتے کا
 قال تعالیٰ اِنَّ مَثَلَ عِیْسٰی عِنْدَ اللّٰهِ کَمَثَلِ اٰدَمَ۔ کیا اصحاب
 کہف کا تین سو نو سال تک بغیر کھانے اور پیے زندہ رہنا اور حضرت

یونس علیہ السلام کا شکم ماری میں بغیر کھانے پے زندہ رہنا قرآن کریم میں صراحتاً
 مذکور نہیں؟ اور حضرت یونس علیہ السلام کے بارے میں حق تعالیٰ کا یہ ارشاد
 فَلَوْلَا اَنْتَ مَا كَانَتْ مِنَ السَّيِّئِينَ لَلَيْثِ فِي بَطْنِهَا اِلَى يَوْمِ
 يُبْعَثُونَ۔ اس پر صاف دلالت کرتا ہے کہ یونس علیہ السلام اگر صحیر
 میں سے نہ ہوتے تو اسی طرح قیامت تک مچھلی کے پیٹ میں ٹھہرے رہتے
 اور بغیر کھانے اور پے زندہ رہتے۔

دہا بھدین کا یہ سوال کہ زمین سے لے کر آسمان تک کی طویل مسافت کا
 چند لمحوں میں طے کر لینا کیسے ممکن ہے؟

سو جواب یہ ہے کہ حکمائے جدید کہتے ہیں کہ نور ایک منٹ میں ایک
 کروڑ میں لاکھ میل کی مسافت طے کرتا ہے۔ بجلی ایک منٹ میں پانچ سو
 مرتبہ زمین کے گرد گھوم سکتی ہے۔ اور بعض ستارے ایک ساعت میں
 آٹھ لاکھ اسی ہزار میل حرکت کرتے ہیں۔ علاوہ ازیں انسان جس وقت نظر
 اٹھا کر دیکھتا ہے تو حرکت شعاعی اس قدر سریع ہوتی ہے کہ ایک ہی آن
 میں آسمان تک پہنچ جاتی ہے۔ اگر یہ آسمان حائل نہ ہوتا تو اور دور تک نہ جلی
 ممکن تھا۔ نیز جس وقت آفتاب طلوع کرتا ہے تو نور شمس ایک ہی آن میں
 تمام کرۃ ارضی پر پھیل جاتا ہے حالانکہ سطح ارضی ۶۳۶۳۶۳۶ فرسخ کی جیسا
 کہ کسب شداد منک پر مذکور ہے اور ایک فرسخ تین میل کا ہوتا ہے لہذا مجموعہ
 ۶۱۰۹۰۹۰۸ کروڑ میل ہوا۔ حکمائے قدیم کہتے ہیں کہ جتنی دیر میں ہریم شمس
 بتامہ طلوع کرتا ہے اتنی دیر میں فلک اعظم کی حرکت ۵۱۹۶۰۰ لاکھ فرسخ ہوتی

ہے اور ہر فرسخ چونکہ تین میل کا ہوتا ہے لہذا مجموعہ مسافت ۱۵۵۸۸۰۰ میل ہوئی۔ نیز مشیاطین اور جنات کا شرق سے لے کر غرب تک آنے اور
 میں اس قدر طویل مسافت کاٹے کر لینا ممکن ہے تو کیا خداوند عالم اور قادر
 مطلق کے لیے یہ ممکن نہیں کہ وہ کسی خاص بندے کو چند لمحوں میں اس قدر
 طویل مسافت طے کرا دے۔ آصف بن برخیا کا مہینوں کی مسافت سے
 بلقیس کا تخت سلیمان علیہ السلام کی خدمت میں پاک جھکنے سے پہلے پہلے
 حاضر کر دینا قرآن کریم میں مصرح ہے لَمَا قَالَ تَعَالَى وَقَالَ الَّذِي عِنْدَهُ
 عِلْمٌ مِّنَ الْكِتَابِ أَنَا آتِيكَ بِهِ قَبْلَ أَنْ يَأْتِيَنَّكَ
 طَرَفُكَ فَلَمَّا سَاوَاهُ مُسْتَقِرًّا عِنْدَهُ قَالَ هَذَا مِنْ فَضْلِي
 سَرَّيْتِي۔ اسی طرح سلیمان علیہ السلام کے لیے ہوا کا مسخر ہونا بھی قرآن کریم میں
 مذکور ہے کہ وہ ہوا سلیمان علیہ السلام کے تخت کو جہاں چاہے اڑا کر لے جاتی
 اور مہینوں کی مسافت گھنٹوں میں طے کرتی لَمَا قَالَ تَعَالَى وَسَخَّرْنَا لَـ

السَّيِّئَاتِ يَمْشِي عَلَى الْغُرِّ بِأَمْرِ كَرِيمٍ
 آج کل کے ملحدین نے گھنٹہ تین سو میل کی مسافت طے کرنے والے ہوائی
 جہاز پر تو ایمان لے آئے ہیں مگر نہ معلوم سلیمان علیہ السلام کے تخت پر بھی ایمان
 لاتے ہیں یا نہیں۔ ہوائی جہاز بندہ کی بنائی ہوئی مشین سے اڑتا ہے اور سلیمان
 کے تخت کو ہوا حکم خداوندی اڑا کر لے جاتی تھی کسی بندہ کے عمل اور صنعت کو
 اس میں دخل نہ تھا اس لیے وہ معجزہ تھا اور ہوائی جہاز معجزہ نہیں۔

مزارعہ حسب ازالۃ الاوبام ص ۲۱۷ ج ۱ تقطیع خورد اور ص ۲۱۸ تقطیع کلاں پر

لکھتے ہیں کہ کسی جسد عنصری کا آسمان پر جانا سرسرا محال ہے۔ اس لیے کہ ایک
 جسم عنصری طبقہ ناریہ اور کمرہ زمہریہ سے کس طرح صحیح و سالم گزر سکتا ہے ؟
 اس کا جواب یہ ہے کہ جس طرح نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا لیلۃ المعراج میں
 اور ملائکہ اشراکائیل و مہار طبقہ ناریہ اور کمرہ زمہریہ سے مرور و عبور ممکن ہے
 اسی طرح حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا بھی عبور و مرور ممکن ہے اور
 جس راہ سے حضرت آدم علیہ السلام کا ہبوط اور نزول ہوا ہے اسی راہ
 سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ہبوط و نزول بھی ممکن ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ
 السلام پر آسمان سے ماندہ کا نازل ہونا قرآن کریم میں صراحتاً مذکور ہے۔ مگر
 قَالَ تَعَالَىٰ اِذْ قَالَ الْحَوَارِیُّوْنَ یَعِیْسٰی بَنُ مَرْیَمَ هَلْ یَسْتَطِیْعُ
 مَرُّكَ اَنْ یُنزَلَ عَلَیْنَا مَائِدًا مِّنَ السَّمَآءِ ۗ اِلٰی قَوْلِهِ تَعَالٰی اِنَّا
 یَعِیْسٰی بَنُ مَرْیَمَ اللّٰهُمَّ رَبَّنَا اَنْزِلْ عَلَیْنَا مَائِدًا مِّنَ السَّمَآءِ
 تَكُوْنُ لَنَا عَیْدًا ۙ اِلَّا وَاٰخِرُنَا وَاٰیةٌ مِّنْكَ وَاَمْرٌ زُنُقًا وَاَنْتَ
 خَیْرُ الرَّٰزِقِیْنَ ۗ قَالَ اِنَّ اللّٰهَ اِنّٰی مُنَزِّلُهَا عَلَیْكَ ۙ پس اس
 ماندہ کا نزول بھی طبقہ ناریہ میں ہو کر ہوا ہے۔ مرزا صاحب کے زعم فاسد اور
 خیال باطل کی بنا پر اگر وہ نازل ہوا ہوگا تو طبقہ ناریہ کی حرارت اور گرمی سے
 جل کر خاکستر ہو گیا ہوگا۔ بعوض باشد من ہذہ انحرافات۔ یہ سب شیاطین
 الانس کے دوسے ہیں اور انبیاء و مرسلین کی آیات نبوت اور کرامات سالت
 پر ایمان نہ لانے کے بہانے ہیں۔ کیا خداوند ذوا جلال عیسیٰ علیہ السلام کے لیے
 طبقہ ناریہ کو ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرح بردا اور سلام نہیں بنا سکتا؟

جب کہ اس کی شان یہ ہے۔
 إِنَّمَا أَمْرُهُ إِذَا أَرَادَ شَيْئًا أَنْ يَقُولَ لَهُ كُنْ فَيَكُونُ
 فسبحان ذي الملك والملكوت والعزة والكروت أمنت
 بالله وكفرت بالطاغوت

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

حیاتِ عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی

پہلی رات

قال الله عز وجل

فَمَا نَقْضِهِمْ مِيثَاقَهُمْ لَعَنَّاهُمْ وَكُفِّرْهُمْ بآيَاتِ اللَّهِ وَ
 قَتَلِهِمُ الْأَنْبِيَاءَ بَغْيًا وَكُفْرًا وَكَلَّمْنَا
 عَذْفًا بَلْ طَبَعَ اللَّهُ عَلَيْهَا بِكُفْرِهِمْ فَلَا
 يُؤْمِنُونَ إِلَّا قَلِيلًا وَيَكْفُرُهُمْ
 قَوْلُهُمْ عَلَىٰ مَرْيَمَ بُهْتَانًا عَظِيمًا وَقَوْلِهِمْ إِنَّا
 قَتَلْنَا الْمَسِيحَ عِيسَىٰ بْنَ مَرْيَمَ رَسُولَ اللَّهِ وَ
 مَا قَتَلُوهُ وَمَا صَلَبُوهُ وَلَٰكِنْ شُبِّهَ لَهُمْ وَ

وَإِنَّ الَّذِينَ اخْتَلَفُوا فِيهَا لَفِي شَكٍّ مِّنْهَا مَا
 لَهُمْ بِهَا مِنْ عِلْمٍ إِلَّا اتِّبَاعَ الظَّنِّ وَقَاتِلُوهُمْ
 يَقِينًا بَلْ مَرَّ فَعَمَّا اللَّهُ الْمِيثِرَ وَكَاتَبَ اللَّهُ
 عَزِيزًا حَكِيمًا ۝

در لفظ حق جل شانہ نے ان آیات شریفہ میں یہود بے بہبود کے ملعون
 اور غضیب اور مطرود و مردود ہونے کے کچھ وجوہ و اسباب ذکر کیے ہیں۔
 چنانچہ فرماتے ہیں کہ پس ہم نے یہود کو متعدد وجوہ کی بنا پر مورد لعنت و
 غضب بنایا۔ (۱) نقض عہد اور میثاق کی وجہ سے (۲) اور آیات الہیم
 اور احکام خداوندیہ کی تکذیب اور انکار کی وجہ سے۔ (۳) اور خدا کے پیغمبروں کو
 بے وجہ محض عناد اور دشمنی کی بنا پر قتل کرنے کی وجہ سے (۴) اور اس قسم کے
 متکبرانہ کلمات کی وجہ سے کہ مثلاً ہمارے قلوب علم اور حکمت کے ظرف ہیں
 ہمیں تمہاری ہدایت اور ارشاد کی ضرورت نہیں۔ حالانکہ ان کے قلوب
 علم اور حکمت اور رشد و ہدایت سے بالکل خالی ہیں بلکہ اللہ نے ان کے عناد
 اور تکبر کی وجہ سے ان کے دلوں پر مہر لگا دی ہے جس کی وجہ سے قلوب میں جہالت
 اور ضلالت بند ہے اوپر سے ہر لگی ہوئی ہے اندر کا کفر باہر نہیں آسکتا اور باہر
 سے کوئی رشد اور ہدایت کا اثر اندر نہیں داخل ہو سکتا پس اس گروہ میں کہ
 کوئی ایمان لائے والا نہیں مگر کوئی مشاؤونادہ جیسے عبداللہ بن سلام اور
 ان کے رفقاء (۵) اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ کفر و عداوت کی وجہ
 سے۔ (۶) اور حضرت شامیم پر عظیم بہتان لگانے کی وجہ سے جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام

کی اہانت اور تکذیب کو بھی مستلزم ہے۔ اہانت تو اس لیے کہ کسی کی ماں کو
 زانیہ اور بدکار کہنے کے معنی یہ ہیں کہ وہ شخص ولد الزنا ہے اور العیاذ باللہ تعالیٰ کے
 حق میں ایسا تصور بھی بدترین کفر ہے۔ اور تکذیب اس طرح لازم آتی ہے،
 کہ عیسیٰ علیہ السلام کے معجزہ سے حضرت مریم کی ہر اہت اور نراہت ظاہر
 ہو چکی ہے اور تمہمت لگانا ہر اہت اور نراہت کا صاف انکار کرنا ہے۔ (۷)

اور ان کے اس قول کی وجہ سے کہ جو بطور تفاخر کہتے تھے کہ ہم نے مسیح بن مریم

جو رسول اللہ ہونے کے بھئی تھے ان کو قتل کر ڈالا نبی کا قتل کرنا بھی کفر ہے۔

بلکہ ارادہ قتل بھی کفر ہے اور پھر اس قتل پر فخر کرنا یہ اس سے بڑھ کر کفر ہے۔

اور حالانکہ ان کا یہ قول کہ ہم نے مسیح بن مریم کو قتل کر ڈالا بالکل غلط ہے

ان لوگوں نے نہ ان کو قتل کیا اور نہ سولی چڑھایا لیکن ان کو اشتباہ ہو گیا

اور جو لوگ حضرت مسیح کے بارے میں اختلاف کرتے ہیں وہ سب شک

اور تردد میں پڑے ہوئے ہیں اور ان کے پاس کسی قسم کا کوئی صحیح علم اور صحیح

معرفت نہیں سوائے گمان کی پیروی کے کچھ بھی نہیں۔ خوب سمجھیں کہ یہ

امر قطعی اور یقینی ہے کہ حضرت مسیح کو کسی نے قتل نہیں کیا بلکہ اللہ تعالیٰ نے

ان کو اپنی طرف یعنی آسمان پر اٹھالیا اور ایک اور شخص کو حضرت عیسیٰ کا

شبہ اور کم شکل بنا دیا اور حضرت عیسیٰ سمجھ کر اسی کو قتل کیا اور صلیب پر

چڑھایا اور اسی وجہ سے یہود کو اشتباہ ہوا اور پھر اس اشتباہ کی وجہ سے

اختلاف ہوا اور یہ سب اللہ کی قدرت اور حکمت سے کوئی بعید نہیں ہے

شک اللہ تعالیٰ بڑے غالب اور حکمت والے ہیں کہ اپنی قدرت اور حکمت سے

اپنے نبی کو دشمنوں سے بچالیا اور زندہ آسمان پر اٹھایا اور ان کی جگہ ایک شخص کو
ان کے ہم شکل بنا کر قتل کرایا اور تمام قاتلین کو قیامت تک اشتباہ اور اختلاف
میں ڈال دیا۔

تفصیل

امید واثق ہے کہ ناظرین اس اجمالی تفسیر سے سمجھ گئے ہوں گے کہ یہ آیات
شریفہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے رفع جسمی میں نص صریح ہیں۔ اب ہم کسی
تفصیل کرنا چاہتے ہیں تاکہ طالبان حق کی بفضل خدا پوری تشفی اور تسلی ہو جائے
ورنہ ہم کیا اور ہماری مجال کیا، اور ہم کیا اور ہماری تحریر کیا کہ جس سے تسلی اور
تشفی کر سکیں لاجمل ولا قوۃ الا باللہ۔ قلوب اسی کے قبضہ قدرت میں ہیں جن
طرح چاہے اور چاہے دلوں کو پلٹتا اور پھیرتا ہے۔ اسی کی توفیق سے لکھ رہا
ہوں اور اسی کی توفیق سے اپنے لیے اور ناظرین کرام کے لیے اسی کی توفیق اور
دست گیری کی امید رکھتا ہوں اور اسی کی اعانت اور تائید سے ناظرین اور
قارئین کی تعلیم و تفہیم کے لیے چند امور ذکر کرتا ہوں۔

(۱)

ان آیات میں یہودی بے بہبود پر لعنت کے اسباب کو ذکر فرمایا ہے۔
ان میں ایک سبب یہ ہے وَقَوْلِهِمْ هَلْ كُنَّا نَعْبُدُكُمْ یعنی
حضرت مریم پر طوفان اور ہتان لگانا۔ اس طوفان اور ہتان عظیم میں مرزا
صاحب کا قدم یہودی سے کہیں آگے ہے۔ مرزا صاحب نے اپنی کتابوں میں

حضرت مریم پر جو بہتان کا طوفان برپا کیا ہے یہودی کتابوں میں اس کا چالیسواں حصہ بھی نہ ملے گا۔ مرزا صاحب کی عبارتیں نقل کرنے کی ضرورت نہیں عیاں سا چہ بیان ہم سے تو مرزا صاحب کی وہ عبارتیں پڑھی بھی نہیں جاتیں اور مرزا یوں کو تو قرآن کی طرح یاد ہیں بلکہ کچھ اس سے بھی بڑھ کر اس لیے ان کے نفس کی ضرورت نہیں۔

(۲)

آیات کا سیاق و سباق بلکہ سارا قرآن روز روشن کی طرح اس امر کی شہادت دے رہا ہے کہ یہودی ملعونیت اور مفسدیت کا اصل سبب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی عداوت اور دشمنی ہے۔ مرزا صاحب اور مرزائی جماعت کی زبان اور قلم سے حضرت مسیح علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بغض اور عداوت کا جو منظر دنیا نے دیکھا ہے وہ یہودی کے وہم و گمان سے بالا اور برتر ہے۔ مرزا صاحب کے لفظ لفظ سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی دشمنی ٹپکتی ہے۔

انتہائی بغض اور عداوت خود بخود ان کے منہ سے ظاہر ہو رہی ہے اور جو عداوت ان کے سینوں میں مخفی اور پوشیدہ ہے وہ تمہارے خواب و خیال سے بھی کہیں زیادہ ہے۔

قَدْ بَدَأَتِ الْبَغْضَاءُ
مِنْ أَفْوَاهِهِمْ وَمَا
تَنْخَفِي صُدُورُهُمْ
أَكْبَرُ

مرزا صاحب نے نصارت کے الزام کے بہانہ سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام

کی شان میں اپنے دل کی عداوت اور دل کھول کر نکالی جس کے تصور سے بھی بگڑا ہوا
ہوتا ہے۔

(۳۳)

پہلی آیت میں وَقْتْلِهِمُ الْأَنْبِيَاءَ بِغَيْرِ حَقِّ فرمایا۔ یعنی انبیاء کو قتل
کرنے کی وجہ سے ملعون اور مغمضوب ہونے اور اس آیت میں وَقْتْلِهِمُ
إِنَّا قَتَلْنَا الْمَسِيحَ فرمایا۔ یعنی اس کہنے کی وجہ سے کہ ہم نے مسیح کو قتل کر
ڈالا۔ معلوم ہوا کہ محض قول ہی قول ہے اور قتل کا محض زبانی دعویٰ ہے۔ اگر
دیگر انبیاء کی طرح حضرت مسیح واقع میں مقتول ہوئے تھے تو جس طرح پہلی آیت
میں وَقْتْلِهِمُ الْأَنْبِيَاءَ فرمایا تھا اسی طرح اس آیت میں وَقْتْلِهِمُ صَلْبِهِمُ
الْمَسِيحِ عِيسَىٰ بْنِ مَرْيَمَ رَسُولِ اللَّهِ فرماتے۔ پہلی آیت میں لعنت کا
سبب قتل انبیاء ذکر فرمایا اور دوسری آیت میں لعنت کا یہ سبب ان کا
ایک قول بتلایا۔ یعنی ان کا یہ کہنا کہ ہم نے مسیح عیسیٰ بن مریم کو قتل کر ڈالا۔ معلوم
ہوا کہ جو شخص یہ کہے کہ مسیح بن مریم مقتول اور مصلوب ہوئے وہ شخص بلاشبہ
ملعون اور مغمضوب ہے۔ نیز اس آیت میں حضرت مسیح کے دعوائی قتل کو
بیان کر کے بَلْ تَرَفَعَهُ اللَّهُ فرمایا اور انبیاء سے یقین کے قتل کو بیان کر کے
بَلْ رَفَعَهُمُ اللَّهُ نہیں فرمایا۔ حالانکہ قتل کے بعد ان کی ارواح طیبہ آسمان پر
اٹھانی گئیں۔

(۳۴)

اس مقام پر حق جل شانہ نے دو لفظ استعمال فرمائے۔ ایک تَأْتَلُوهُ

جس میں قتل کی نفی فرمائی۔ دوسرا وَمَا صَلَبُوهُ جس میں صلیب پر چڑھائے جانے کی نفی فرمائی۔ اس لیے کہ اگر فقط وَمَا قَتَلُوهُ فرماتے تو یہ احتمال رہ جاتا کہ ممکن ہے قتل نہ کیے گئے ہوں لیکن صلیب پر چڑھائے گئے ہوں۔ اور علیٰ ہذا اگر فقط وَمَا صَلَبُوهُ فرماتے تو یہ احتمال رہ جاتا کہ ممکن ہے صلیب تو نہ دیے گئے ہوں لیکن قتل کر دیے گئے ہوں۔ علاوہ ازیں بعض مرتبہ یہود ایسا بھی کرتے تھے کہ اول قتل کرتے اور پھر صلیب پر چڑھاتے۔ اس لیے حق تعالیٰ شانہ نے قتل اور صلیب کو علیحدہ علیحدہ ذکر فرمایا اور پھر ایک حرف نفی پر اکتفا نہ فرمایا یعنی وَمَا قَتَلُوهُ وَمَا صَلَبُوهُ نہیں فرمایا ہے بلکہ حرف نفی یعنی کلمہ مَا کو قتل اور صلیب کے ساتھ علیحدہ علیحدہ ذکر فرمایا اور پھر ما قتلوه اور پھر ما صلیبوه فرمایا تاکہ ہر ایک کی نفی اور ہر ایک کا جدا گانہ مستقلاً رہ جائے اور خوب واضح ہو جائے کہ ہلاکت کی کوئی صورت ہی نہیں آئی نہ مقتول ہوئے اور نہ مصلوب ہوئے اور نہ قتل کر کے صلیب پر لٹکانے گئے۔ دشمنوں نے ایٹری چوٹی کا سارا زور ختم کر دیا مگر سب بے کار گیا۔ قادر تبارنا جس کو پچانا چاہے اسے کون ہلاک کر سکتا ہے۔

کہ زور آورد گر تو یاری دی

کہ گیرد چو تو دستگاری دی

مرزا آئی جماعت کا یہ خیال ہے کہ اس آیت میں مطلق قتل اور صلیب

کی نفی مراد نہیں بلکہ ذلت اور لعنت کی موت کی نفی مراد ہے۔

جو اسب یہ ہے کہ یہ محض وسوسہ شیطانی ہے جس پر کوئی دلیل نہیں۔

اور اگر یہ کہا جائے کہ یہود کے خیال کی تردید ہے تو تب بھی آیت میں یہود کا پورا رد ہے۔ اس لیے کہ یہود کا گمان یہ تھا کہ عیسیٰ علیہ السلام العیاذ باللہ جھوٹے نبی ہیں اور جھوٹا نبی ضرور قتل ہوتا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ اس کے جواب میں فرماتے ہیں کہ وہ قتل بھی نہیں کیے گئے اور نہ صلیب پر چڑھائے گئے اس لیے کہ وہ خدا کے سچے نبی تھے۔ علاوہ ازیں اگر یہود کے اس عزم کی آیت کی جائے تو وقت لہر الا نبیاء و غیر حق اور یقتلون النبیین کے یہ معنی ہونے چاہیں کہ معاذ اللہ وہ انبیاء ذلت اور لعنت کی موت مرے۔

كَبُرَتْ كَلِمَةً تَخْرُجُ مِنْ أَفْوَاهِهِمْ إِنْ يَقُولُونَ
إِلَّا كَذِبًا

(۵)

وَالَّذِينَ شَبَّهُ لَهُمْ

یعنی ان کے لیے اشتباہ پیدا کر دیا گیا یا شبہ کی ضمیر حضرت مسیح کی طرف راجع کرو اور اس طرح ترجمہ کرو کہ عیسیٰ علیہ السلام کا ایک شبہ اور ہم شکل ان کے سامنے کر دیا گیا تاکہ عیسیٰ سجدہ کر اس کو قتل کریں اور ہمیشہ کے لیے اشتباہ اور التباس میں پڑ جائیں۔ حضرت مشاہد عبدالقادرؒ اس طرح ترجمہ فرماتے ہیں لیکن وہی صورت بن گئی ان کے آگے۔ یہ ترجمہ اسی اشتباہ کی تفسیر ہے۔ یعنی اس صورت سے وہ اشتباہ اور التباس میں پڑ گئے۔

ابن عباسؓ سے باسنا صحیح منقول ہے کہ جب یہودیوں نے حضرت مسیح کے قتل کا ارادہ کیا تو اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح کو مکان کے ایک دریچہ سے آسمان پر اٹھالیا اور ان ہی میں سے ایک شخص کو عیسیٰ علیہ السلام کے ہم شکل اور شاہ بنادیا۔ یہودیوں نے اس کو عیسیٰ سمجھ کر قتل کر دیا اور بہت ہوئے کہ تم اپنے مدعا میں کامیاب ہو گئے۔ چنانچہ حافظ ابن کثیر اپنی تفسیر میں فرماتے ہیں :-

قال ابن ابی حاتم حدثنا

احمد بن سنان حدثنا

ابو مخویۃ عن الامام

عن المنہال بن عمر عن

سعید بن جبیر عن ابن

عباس قال ما اراد الله

ان يرفع عیسیٰ الی السماء

فخرج علی اصحابہ و فی

البیت اثنا عشر رجلا

من الخواریج یعنی

فخرج علیہم من عین

فی البیت و مرأسہ

یقطر ماء فقال ان منکر

ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ جب حق

تعالیٰ نے عیسیٰ علیہ السلام کو آسمان پر

اٹھانے کا ارادہ فرمایا تو عیسیٰ علیہ السلام

اس چشمہ سے کہ جو مکان میں تھا غسل

فرما کر باہر شریف لائے اور سر مبارک

سے پانی کے قطرے ٹپک رہے تھے۔

دیکھا ہر یہ غسل آسمان پر جانے کے لیے

تھا جیسے مسجد میں آنے سے پہلے وضو

کرتے ہیں، باہر مجلس میں بارہ خواہرین

موجود تھے۔ ان کو دیکھ کر یہ ارشاد فرمایا

کہ بے شک تم میں سے ایک شخص مجھ پر

ایمان لانے کے بعد بارہ مرتبہ نذر کرے گا

بعد ازاں فرمایا کہ کون شخص تم میں سے اس پر

من يكفر بي اثني عشر
 مرة بعد ان امن بي
 قال ايكور يلقى عليه
 شبهي فيقتل مكاني و
 يكون معي في درجتي
 فقام شاب من احداثهم
 سنا فقال له اجلس ثم
 اعاد عليه فقام ذلك
 الشاب فقال انا فقال
 هوانت ذاك فالتقى عليه
 شبه عيسى ورفع عيسى
 من روضة في البيت
 الى السماء قال وجاء
 الطلب من اليه هود
 فاخذوا والشب فقتلوه
 ثم صلبوه الى اخر القصة
 وهذا اسناد صحيح الى
 ابن عباس وراه النسائي
 عن ابى كريب عن ابى

رافضی ہے کہ اس پر میری شبہاہست ڈال
 دی جائے اور وہ میری جگہ قتل کیا جائے
 اور میرے درجہ میں میرے ساتھ رہے
 بہ سنتے ہی ایک نوجوان کھڑا ہوا اور اپنی
 کو اس جاں نثاری کے لیے پیش کیا۔
 عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا بیٹھ جا۔ اور پھر
 عیسیٰ علیہ السلام نے اسی سابق کلام کا
 اعادہ فرمایا، پھر وہی نوجوان کھڑا ہوا اور
 عرض کیا، میں حاضر ہوں۔
 نشود نصیب دشمن کہ شود ہلاک تیغ
 سرد و ستاں سلامت کہ تو خنجر آزمائی
 عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا اچھا تو ہی وہ شخص
 ہے؟ اس کے فوراً ہی بعد اس نوجوان پر
 عیسیٰ علیہ السلام کی شبہاہست ڈال دی
 گئی اور عیسیٰ علیہ السلام مکان کے روشن
 سے آسمان پر اٹھالیے گئے۔ بعد ازاں
 یہود کے پیادے عیسیٰ علیہ السلام کی،
 گرفتاری کے لیے گھر میں داخل ہوئے
 اور اس شبہ کو عیسیٰ سمجھ کر گرفتار کیا اور

مَجُوبَةٌ وَكَذَا ذَكَرَ غَيْرُ وَاحِدٍ

مِنَ السَّلَفِ إِنَّ قِتَالَ

لَهُوَ أَيْ كَمَا يَلْقَى شَبَهِي

فَيَقْتُلُ مَكَانِي وَهُوَ رَفِيقِي

فِي الْجَنَّةِ

(تفسیر ابن کثیر ج ۳ ص ۲۲۸)

قتل کرو گے صلیب پر لٹکانا۔

ابن کثیر فرماتے ہیں کہ سند اس کی

صحیح ہے اور بہت سے سلف سے اس کی

طرح مروی ہے۔

اس روایت سے صراف ظاہر ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام کو اپنے رفع الی السماء

کا پذیرغیہ وحی پہلے ہی علم ہو چکا تھا اور یہ علم تھا کہ اب آسمان پر جانے کا تھوڑا

ہی وقت باقی رہ گیا ہے اور بظاہر یہ غسل آسمان پر جانے کے لیے تھا جیسا کہ

عید میں جانے کے لیے غسل ہوتا ہے۔ میرا گمان ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام

اس وقت ذرہ برابر مضطرب اور پریشان نہ تھے بلکہ غایت درجہ سکون

اور اطمینان میں تھے بلکہ نہایت درجہ شادان و فرحان تھے۔

خرم آں روز کہ میں منزل میراں بروم

راحت جاں طلسم وز پئے جاناں بروم

بعض روایات میں ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام نے رفع الی السماء سے پہلے

حوار میں کی دعوت فرمائی اور خود اپنے دست مبارک سے ان کے ہاتھ دھلانے

اور سجائے رومال کے اپنے جسم مبارک کے کپڑوں سے ان کے ہاتھ پونچھے۔ یہ روایت

تفسیر ابن کثیر ص ۲۲۹ ج ۳ پر ہے۔

گویا کہ یہ دعوت رفع الی السماء کا ولیمہ اور رخصتانہ تھا اور احباب نے اصحاب کی

الوداعی دعوت تھی۔ الغرض غسل فرما کر برآمد ہونا اور اجاب کو اپنے ہاتھ سے کھانا کھلانا یہ سب آسمان پر جانے کی تیاری تھی۔ جب فارغ ہو گئے تو اپنے ایک عاشق جاں نثار پر اپنی شباہت ڈال کر روح القدس کی معیت میں معراج کے لیے آسمان کی طرف روانہ ہوئے۔ یہ رفیع الی السماء حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی معراج جسمانی تھی جس طرح نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جبریل امین کی معیت میں آسمانوں کی معراج کے لیے روانہ ہوئے اسی طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام حضرت جبریل کی معیت میں معراج کے لیے آسمان پر روانہ ہوئے۔

فائدہ

صحیح مسلم میں نو اس بن سمان کی حدیث میں ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام جب دمشق کے منارہ شریف پر اتریں گے تو سر مبارک سے پانی ٹپکتا ہوا ہوگا۔ جہاں اتر جس وقت آسمان پر شریف لے گئے اس وقت بھی سر مبارک سے پانی کے قطرے ٹپکا رہے تھے اور جس وقت قیامت کے قریب آسمان سے اتریں گے اس وقت بھی سر مبارک سے پانی کے قطرے ٹپکتے ہوئے ہوں گے۔ جس شان سے شریف لے گئے تھے اسی شان سے شریف اوری ہوگی۔

تذکرہ

سلف میں اس کا اختلاف ہے کہ جس شخص پر عیسیٰ علیہ السلام کی شباہت

ڈالی گئی وہ یہودی تھا یا منافق عیسائی یا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا مخلص حواری
گذشتہ روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ شخص مومن مخلص تھا۔ اس لیے کہ اسی
روایت میں یہ بھی ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ جس پر میری مشابہت
ڈالی جائے گی وہ جنت میں میرا رفیق ہوگا۔ واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم۔

ایک شبہ کا ازالہ

جس طرح فرشتوں کا شکل بشر متثل ہونا اور موسیٰ علیہ السلام کے
عصا کا اثر دہا بن جانا قرآن کریم میں مخصوص ہے اور انبیاء کرام کے لیے پانی کا
شراب اور زیتون بن جانا نصاریٰ کے نزدیک مسلم ہے۔ پس اسی طرح اگر
کسی شخص کو عیسیٰ علیہ السلام کے مشابہ اور ہم شکل بنا دیا جائے تو کیا استبعاد
ہے؟ احیاء موتی کا معجزہ القار شیبہ کے معجزہ سے کہیں زیادہ بلند تھا لہذا
احیاء موتی کی طرح القار شیبہ کے معجزہ کو بھی بلاشبہ اور بلا تردد تسلیم
کرنا چاہیے۔

بَلْ رَفَعَهُ اللَّهُ إِلَيْهِ

یعنی یہودی حضرت مسیح کو نہ قتل کر سکے اور نہ صلیب دے سکے۔ بلکہ
اللہ تعالیٰ نے حضرت جبرئیل کے ذریعہ سے حضرت عیسیٰ کو اپنی طرف یعنی
آسمان پراٹھا لیا۔ جیسا کہ امام رازی نے **وَإِذْ نَادَىٰ بِرُوحِ الْقُدُسِ**
کی تفسیر میں ذکر کیا ہے کہ حضرت جبرئیل کو حضرت عیسیٰ کے ساتھ خاص

خصوصیت تھی کہ انہیں کے نفخہ سے پیدا ہوئے، انہیں کی تربیت میں رہے۔
 اور وہی ان کو آسمان پر چڑھا کر لے گئے۔ تفسیر کبیر ص ۲۳۶۔ جیسا کہ شب
 معراج میں حضرت جبرئیل آن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ہاتھ پکڑ کر آسمان پر
 لے گئے۔ صحیح البخاری میں ہے ثم اخذ بیدی فخرجنی الی السماء۔ یہ آیت
 رفع جسمی کے بارے میں نص صریح ہے کہ حق جل شانہ نے حضرت عیسیٰ علیہ
 السلام کو اسی جسد عنصری کے ساتھ زندہ اور صحیح اور سالم آسمان پر
 اٹھالیا۔ اب ہم اس کے دلائل اور براہین ہدیہ ناظرین کرتے ہیں۔ غور سے
 پڑھیں :-

(۱)

یہ امر روز روشن کی طرح واضح ہے کہ بَلْ رَفَعَهُ اللَّهُ کی ضمیر اسی طرف
 راجع ہے کہ جس طرف قتلوہ اور صلیبہ کی ضمیریں راجع ہیں اور ظاہر ہے کہ
 قتلوہ اور صلیبہ کی ضمیریں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے جسم مبارک اور جسد مطہر
 کی طرف راجع ہیں۔ روح بلا جسم کی طرف راجع نہیں۔ اس لیے کہ قتل کرنا اور
 صلیب پر چڑھانا جسم ہی کا ممکن ہے۔ روح کا قتل اور صلیب قطعاً ناممکن
 ہے۔ لہذا بل رفعہ کی ضمیر اسی جسم کی طرف راجع ہوگی جس جسم کی طرف قتلوہ اور
 صلیبہ کی ضمیریں راجع ہیں۔

(۲)

دوم یہ کہ یہود روح کے قتل کے مدعی نہ تھے بلکہ جسم کے قتل کے مدعی تھے
 اور بَلْ رَفَعَهُ اللَّهُ إِلَيْهِ سے اس کی تردید کی گئی ہے۔ لہذا بل رفعہ میں رفع

جسم ہی مراد ہوگا اس لیے کہ کلمہ بَلْ کلام عرب میں ما قبل کے ابطال کے لیے آتا ہے۔ لہذا بَلْ کے ما قبل اور ما بعد میں منافات اور تضاد کا ہونا ضروری ہے جیسا کہ وَقَالُوا اتَّخَذَ الرَّسُولُ وَلَدًا سُبْحَانَ بَلْ عِبَادٌ مُّكْرَمُونَ ولدت اور عبودیت میں منافات ہے دونوں جمع نہیں ہو سکتے اَمْ يَقُولُونَ سُبْحَانَ بَلْ جَاءَهُمْ بِالْحَقِّ مَجْنُونًا اور ایمان بالحق یعنی من جانب الشرح کو لے کر آنا یہ دونوں متضاد اور متنافی ہیں یک جا جمع نہیں ہو سکتے۔ یہ ناممکن ہے کہ مشرکیت حقہ کا لانے والا مجنون ہو۔ اسی طرح اس آیت میں یہ ضروری ہے کہ مقتولیت اور مصلوبیت جو بَلْ کا ما قبل ہے وہ مرفوعیت الی الشر کے منافی ہو جو بَلْ کا ما بعد ہے اور ان دونوں کا وجود اور تحقق میں جمع ہونا ناممکن ہے۔ اور ظاہر ہے کہ مقتولیت اور روحانی رفع بمعنی موت میں کوئی منافات نہیں محض روح کا آسمان کی طرف اٹھایا جانا قتل جسمانی کے ساتھ جمع ہو سکتا ہے۔ جیسا کہ شہید کا جسم تو قتل ہو جاتا ہے اور روح آسمان پر اٹھالی جاتی ہے۔ لہذا ضروری ہوا کہ بَلْ رفع الشر میں رفع جسمانی مراد ہو کہ جو قتل اور صلب کے منافی ہے اس لیے کہ رفع روحانی اور رفع عزت اور رفعت شان قتل اور صلب کے منافی نہیں بلکہ جس قدر قتل اور صلب ظلمتا ہوگا اسی قدر عزت اور رفعت شان میں اضافہ ہوگا۔ اور درجات اور زیادہ بلند ہوں گے۔ رفع درجات کے لیے تو موت اور قتل کچھ بھی شرط نہیں۔ رفع درجات زندہ کو بھی حاصل ہو سکتے ہیں۔ کما قال تعالیٰ وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ ۝ اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّ لِلّٰهِ الدِّينَ اَمْنًا مِّمَّا

وَالَّذِينَ أُوتُوا الْعِلْمَ دَرَجَاتٍ

یہود حضرت مسیح علیہ السلام کے جسم کے قتل اور صلیب کے مدعی تھے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کے ابطال کے لیے بَلَّ رَفَعَهُ اللّٰهُ فرمایا۔ یعنی تم غلط کہتے ہو کہ تم نے اس کے جسم کو قتل کیا، یا صلیب پر چڑھایا۔ بلکہ اللہ تعالیٰ نے ان کے جسم کو صحیح دستِ آسمان پر اٹھالیا۔ نیز اگر رفع سے روحِ معنی موت مراد ہے تو قتل اور صلیب کی نفی سے کیا فائدہ؟ قتل اور صلیب سے غرض موت ہی ہوتی ہے اور بل اضرابیہ کے بعد کو بصیغہ ماضی لانے میں اس طرف اشارہ ہے کہ رفع الی السماء باعتبار ما قبل کے امر ماضی ہے۔ یعنی تمہارے قتل اور صلیب سے پہلے ہی ہم نے ان کو آسمان پر اٹھالیا۔ جیسا کہ بَلَّ جَاءَهُمْ بِالْحَقِّ میں بصیغہ ماضی اس لیے لایا گیا کہ یہ بتلا دیا جائے کہ آپ کا حق کو لے کر انا کفار کے مجنون کہنے سے پہلے ہی واقع ہو چکا ہے۔ اسی طرح بَلَّ رَفَعَهُ اللّٰهُ بصیغہ ماضی لانے میں اس طرف اشارہ ہے کہ رفع الی السماء ان کے مزعوم اور خیالی قتل اور صلیب سے پہلے ہی واقع ہو چکا ہے۔

(۱۳)

جس جگہ لفظ رفع کا مفعول یا متعلق جسمانی شے ہوگی تو اس جگہ یقیناً جسم کا رفع مراد ہوگا۔ اور اگر رفع کا مفعول اور متعلق درجہ یا منزلہ یا مرتبہ یا امر معنوی ہو تو اس وقت رفع مرتبہ اور بلندی مرتبہ کے معنی مراد ہوں گے۔ لہذا قال تعالیٰ
وَرَفَعْنَا فَوْقَكُمُ الطُّورَ اِثْمًا اِيَّاهُمْ نَمَّ يَوْمَ اَلَّذِي اَللّٰهُ رَفَع

السَّمَوَاتِ بِغَيْرِ عَمَدٍ تَرَوْنَهَا اشرفی نے بلند کیا آسمانوں کو بغیر ستونوں کے جیسا کہ تم دیکھ رہے ہو۔ وَلَا ذَبِيرٌ فَعَرَّابْرَاهِيمُ الْقَوَاعِدَ مِنَ الْبَيْتِ وَرَأْسَهُ عِشْرِينَ يَدًا كَرُوَ اس وقت کو کہ جب ابراہیم بیت اشرفی کی بنیادیں اٹھا رہے تھے اور اسماعیل ان کے ساتھ تھے۔ وَصَارَ فَعَرَّابْرَاهِيمُ عِنْدَ الْعَرَشِ يُوَسِّفُ عَلَيْهِ السَّلَامُ نِے اپنے والدین کو تخت کے اوپر بٹھایا۔ ان تمام مواقع میں لفظ رفع اجسام میں مستعمل ہوا ہے اور ہر جگہ رفع جسمانی مراد ہے اور وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ ہم نے آپ کا ذکر بلند کیا اولاً سَرَفَعْنَا بَعْضَهُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجَاتٍ ہم نے بعض کو بعض پر درجہ اور مرتبہ کے اعتبار سے بلند کیا۔ اس قسم کے مواقع میں رفعت شان اور بلندی رتبہ مراد ہے۔ اس لیے کہ رفع کے ساتھ خود ذکر اور درجہ کی قید نہ لگور ہے۔

ایک حدیث میں ہے اِذَا تَوَاضَعُ الْعَبْدُ رَفَعَهُ اللَّهُ إِلَى السَّمَاءِ السَّابِعَةِ۔ سِوَاهِ الْخِرَاطِيِّ فِي مَكَارِمِ الْاِخْلَاقِ۔ جب بندہ تواضع کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو ساتویں آسمان پر اٹھالیتے ہیں۔ اس حدیث کو خراطی نے اپنی کتاب مکارم الاخلاق میں ابن عباس سے روایت کیا ہے۔ کنز العمال ص ۱۲۵

اس روایت کو مرزائی بہت خوش ہو کر بطور اعتراض پیش کیا کرتے ہیں کہ رفع کا مفعول جسمانی شے سے اور الی السماء کی بھی تصریح ہے۔ مگر باوجود اس کے رفع سے رفع جسمی مراد نہیں بلکہ رفع معنوی مراد ہے۔

جواب یہ ہے کہ یہاں مجاز کے لیے قرینہ عقلیہ قطعیہ موجود ہے کہ یہ

زندہ کے حق میں ہے یعنی جو بندہ لوگوں کے سسائے زمین پر چلتا ہے اور تواضع کرتا ہے تو اس کا مرتبہ اور درجہ اللہ کے یہاں ساتویں آسمان کے برابر بلند اور اونچا ہے۔ ظاہر ہے کہ یہاں رفع جسم مراد نہیں بلکہ رفع درجات مراد ہے۔ غرض یہ کہ رفع کے معنی بلندی مرتبہ مجازاً بوجہ قرینہ عقلیہ لیے گئے اور اگر کسی کم عقل کی سمجھ میں یہ قرینہ عقلیہ نہ آئے تو اس کے لیے قرینہ لفظیہ بھی موجود ہے۔ وہ یہ کہ کثر العمال میں روایت مذکورہ کے بعد ہی علی الاتصال یہ روایت مذکور ہے من یتواضع لله درجۃ یرفعہ اللہ درجۃ حتی یجعلہ فی علیین یعنی جس درجہ کی تواضع کرے گا اسی کے مناسب اللہ اس کا درجہ بلند فرمائیں گے یہاں تک کہ جب وہ تواضع کے آخری درجہ پر پہنچ جائے گا تو اللہ تعالیٰ اس کو علیین میں جگہ دیں گے جو علو اور رفعت کا آخری مقام ہے۔ اس حدیث میں صراحتاً لفظ درجہ کا مذکور ہے اور قاعدہ مسلمہ ہے الحدیث یفسر بعضها بعضاً ایک حدیث دوسری حدیث کی تفسیر اور شرح کرتی

صحیحاً

خلاصہ کلام

یہ کہ رفع کے معنی اٹھانے اور اوپر لے جانے کے ہیں لیکن وہ رفع کبھی اجسام کا ہوتا ہے اور کبھی معانی اور اعراض کا ہوتا ہے اور کبھی اقوال اور افعال کا۔ اور کبھی مرتبہ اور درجہ کا۔ جہاں رفع اجسام کا ذکر ہوگا وہاں رفع جسم مراد ہوگا۔ اور مثلاً جہاں رفع اعمال اور رفع درجات کا ذکر ہوگا وہاں رفع معنوی مراد ہوگا۔

رفع کے معنی ٹوا اٹھانے اور بلند کرنے ہی کے ہیں۔ باقی جیسی شے ہوگی اس کا رفع ہی کے مناسب ہوگا۔

(۴) یہ کہ

اس آیت کا صریح مفہوم اور مدلول یہ ہے کہ جس وقت یہود نے حضرت مسیح کے قتل اور صلب کا ارادہ کیا تو اس وقت قتل اور صلب نہ ہو سکا بلکہ اس وقت حضرت مسیح کا اللہ کی طرف رفع ہو گیا۔ معلوم ہوا کہ یہ رفع جس کا بل رفع اللہ میں ذکر ہے حضرت عیسیٰ کو پہلے سے حاصل نہ تھا بلکہ یہ رفع اس وقت ظہور میں آیا کہ جس وقت یہود ان کے قتل کا ارادہ کر رہے تھے اور وہ رفع جو ان کو اس وقت حاصل ہوا وہ یہ تھا کہ اس وقت بحمدہ العنصری صحیح و سالم آسمان پر اٹھایے گئے۔ رفعت شان اور بلندی مرتبہ تو ان کو پہلے ہی سے حاصل تھا اور وَجَّهًا فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَمِنْ اَلْمُقَرَّبِينَ کے لقب سے پہلے ہی سکر فزاز ہو چکے تھے۔ لہذا اس آیت میں وہی رفع مراد ہو سکتا ہے کہ جو ان کو یہود کے ارادہ قتل کے وقت حاصل ہوا یعنی رفع جسمی۔ اور رفع عزت و منزلت اس سے پہلے ہی ان کو حاصل تھا، اس مقام پر اس کا ذکر بالکل بے محل ہے۔

(۵)

یہ کہ رفع کا لفظ قرآن کریم میں صرف دو پیغمبروں کے لیے آیا ہے۔ ایک عیسیٰ علیہ السلام اور دوسرے اورس علیہ السلام کے لیے۔ لہذا قال تعالیٰ وَاذْكُرْ فِي الْكِتَابِ اِذْ رَسِمْنَاكَ اِنَّكَ كَانَ صِدِّيقًا نَبِيًّا وَرَفَعْنَا

مَکَانَ عَلِيَّاهِ اور ادریس علیہ السلام کے رفیع جسمانی کا مفصل تذکرہ کتب
تفسیر میں مذکور ہے۔ لہذا تمام انبیاء کرام میں انھیں دو پیغمبروں کو رفیع کے
ساتھ کیوں خاص کیا گیا؟ رفیع درجات میں تمام انبیاء شریک ہیں اسی
رکوع میں اللہ تعالیٰ نے دو مسکرات انبیاء کے قتل کو اس طرح بیان فرمایا
وَ قَتَلَهُمُ الْاَنْبِيَاءُ مِغْرَابًا مِّمَّا رَفَعْتَهُمُ اللهُ يَا لَيْتَنِي كُنْتُ
کے ساتھ بلکہ مگر ان کے ساتھ بلکہ مگر ان کے ساتھ بلکہ مگر ان کے ساتھ بلکہ
کیا معاذ اللہ ان انبیاء کے درجات بلند نہیں کیے گئے اور کیا ان حضرات
کی ارواح طیبه آسمان پر نہیں اٹھانی گئیں، اور کیا معاذ اللہ یہ سب نبی نزلت
کی موت مرے؟

(۶۱ یہ کہ)

وَمَا قَتَلُوهُ ، وَمَا صَدَّبُوهُ اور وَمَا قَتَلُوهُ يَقِينًا اور بَل

تَرَفَعْنَا فِيهِمْ ضَمَانٌ فَضَمَّانُ حَضْرَتِ عِيسَى عَلَيْهِ السَّلَامُ كِي طَرَفٌ رَاجِعٌ فِيهِمْ حِينَ كَوْنِ
مِيسِحِ اور ابن مریم اور رسول اللہ کما جاتا ہے اور ظاہر ہے کہ عیسیٰ اور مسیح اور

۱۰ حضرت ادریس علیہ السلام کے رفیع الی السماء کا مفصل تذکرہ ذیل کی کتابوں میں ملاحظہ فرمائیں تفسیر
روح المعانی ص ۱۸۷ ج ۵ وخصائص کبریٰ ص ۱۶۷ ج ۱۶۸ ص ۱۷۴ ج ۱۷۷ ج ۱۷۸ ج ۱۷۹
کبیر ص ۵۴۵ ج ۵ وارشاد الساری ص ۳۶۰ ج ۵ فتح الباری ص ۲۲۵ ج ۱۳ وقرات
ص ۲۲۲ ج ۵ و معالم التنزیل ص ۳۷ ج ۳ و فی عمدة القاری ص ۳۲۷ ج ۷ . القول الصحیح بابہ
رفع و ہجرت و درختور ص ۲۳۶ ج ۲ و فی التفسیر ابن جریر ص ۶۳ ج ۱۶ ان اللہ رفعہ و ہجری الی السماء
الرابعة و فی الفتوحات المکیة ص ۳۴ ج ۳ و ایضاً فی حواشی ص ۲۲ ج ۲ فاذا انما بادرین بحیمہ فانما
نات الی الان بل فوہ اللہ مکانا علیا و فی الفتوحات ص ۵ ج ۲ ادریس علیہ السلام بقی حیا بحسد و اسکنہ
الی السماء الرابعة ۱۲

ابن مریم اور رسول یہ جسم معین اور چند خاص کے نام اور لقب ہیں۔ روح کے اسماء اور القاب نہیں۔ اس لیے کہ جب تک روح کا تعلق کسی بدن اور جسم کے ساتھ نہ ہو اس وقت تک وہ روح کسی جسم کے ساتھ موسوم اور کسی لقب کے ساتھ لقب نہیں ہوتی۔ **وَلَاذَّآخِذًا سَأَلْتُكَ مِنْ بَنِي آدَمَ مِنْ ظُهُورِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ**۔ وقولہ صلی اللہ علیہ وسلم **الاسماء احر جنود و مجندة الخدایث**۔

(۷)

یہ کہ یہود کی ذلت و رسوائی اور حسرت اور ناکامی اور عیسیٰ علیہ السلام کی کمال عزت و رفعت بحدہ العنصری صبح و سالم آسمان پر اٹھانے جانے ہی میں زیادہ ظاہر ہوتی ہے۔

(۸)

یہ کہ رفعت شان اور علوم تربیت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ مخصوص نہیں۔ زندہ اہل ایمان اور زندہ اہل علم کو بھی حاصل ہے۔ **لَمَّا قَالَ تَعَالَى يَرْفَعُ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا مِنْكُمْ وَالَّذِينَ أُوتُوا الْعِلْمَ دَرَجَاتٍ** بلند کرتا ہے اللہ تعالیٰ اہل ایمان اور اہل علم کو باعتبار درجات کے۔

(۹)

یہ کہ اگر آیت میں رفع روحانی معنی موت مراد ہو تو یہ ماننا پڑے گا کہ وہ رفع روحانی معنی موت یہود کے قتل اور صلیب سے پہلے واقع ہوا جیسا کہ **أَمْ يَقُولُونَ بَلْ جَاءَهُمُ بِالْحَقِّ**۔ **وَيَقُولُونَ إِنَّا لَنَرَاهُ كَوَا**

الْهَيْتِنَا لِشَاعِرٍ مَجْنُونٍ هَبْلٌ جَاءَ بِالْحَقِّ فِي آنِ حَضْرَتِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَمَا حَقَّ كَرَانَا أَنْ كَمَا شَاعِرٌ أَوْ مَجْنُونٌ كُنْتُمْ سَبَلُهُ وَوَقَعَ هُوَ
 اِسِي طَرَحَ رَفَعَ رُوْحَانِي بِمَعْنَى مَوْتِ كُوَانِ كَمَا قَتَلَ أَوْ صَلَبَ سَبَلُهُ مَقْدَمٌ مَانَا
 پڑھے گا۔ حالانکہ مرزا صاحب اس کے قائل نہیں۔ مرزا صاحب تو اَلْعِيَاذُ
 بِاللّٰهِ يَه فرماتے ہیں کہ عیسیٰ علیہ السلام یہود کے خلاص ہو کر فلسطین سے
 کشمیر پہنچے اور عرصہ دراز تک بقید حیات رہے اور اسی عرصہ میں اپنے
 زخموں کا علاج کرایا اور پھر طویل مدت کے بعد یعنی ششماسی سال زندہ رہ کر
 وفات پائی اور سری نگر کے محلہ خان یار میں مدفون ہوئے اور وہیں اسپما کا
 مزار ہے۔ لہذا مرزا صاحب کے زعم کے مطابق عبارت اس طرح ہونی چاہیے
 تَقَى وَمَا قَتَلُوهُ بِالصَّلِيبِ بَلْ تَخَلَّصَ مِنْهُمْ وَذَهَبَ اِلَى كَشْمِيرٍ
 وَاقَامَ فِيْهِمْ مَدَّةً طَوِيْلَةً ثُمَّ اِمَاتَهُ اللهُ وَمَرَفَعَ اِلَيْهِ۔

(۱۰)

یہ کہ رفع روحانی یعنی موت لینے سے وَكَانَ اللهُ عَزِيْزًا حَكِيْمًا کے
 ساتھ مناسبت نہیں رہتی۔ اس لیے کہ عزیز اور حکیم اور اس قسم کی ترکیب
 اس موقع پر استعمال کی جاتی ہے کہ جہاں کوئی عجیب و غریب اور خارق العادہ
 امر پیش آیا ہو۔ اور وہ عجیب و غریب امر جو اس مقام پر پیش آیا وہ رفع
 جسمانی ہے۔ اس مقام پر عزیز حکیم کو خاص طور پر اس لیے ذکر فرمایا کہ کوئی
 شخص یہ خیال نہ کرے کہ جسم عنصری کا آسمان پر جانا محال ہے۔ وہ عزت
 والا اور غلبہ والا اور قدرت والا ہے اور نہ یہ خیال کرے کہ جسم عنصری کا

آسمان پر اٹھایا جانا خلاف حکمت اور خلاف مصلحت ہے۔ وہ حکیم ہے اس کا کوئی فعل حکمت سے خالی نہیں۔ دشمنوں نے جب حضرت مسیح پر هجوم کیا تو اس نے اپنی قدرت کا کرشمہ دکھلا دیا کہ اپنے نبی کو آسمان پر اٹھالیا اور جو دشمن قتل کے ارادہ سے آئے تھے انہی میں سے ایک کو اپنے نبی کا ہم شکل اور شبیہ بنا کر انھیں کے ہاتھ سے اس کو قتل کرا دیا اور پھر اس شبیہ کے قتل کے بعد ان سب کو شبہ اور اشتباہ میں ڈال دیا۔ مرزا صاحب ازالۃ الایمان میں فرماتے ہیں :-

”جاننا چاہیے کہ اس رفع سے مراد وہ موت ہے جو عزت کے ساتھ ہو جیسا کہ دوسری آیت اس پر دلالت کرتی ہے وَرَفَعْنَاهُ مَكَانًا عَلِيًّا“
پھر تحریر فرماتے ہیں :-

کہ لہذا یہ امر ثابت ہے کہ رفع سے مراد اس جگہ موت ہے۔ مگر ایسی موت جو عزت کے ساتھ ہو جیسا کہ مقربین کے لیے ہوتی ہے کہ بعد موت کے ان کی رو میں علیین تک پہنچائی جاتی ہیں فِي مَقْعَدِ صِدْقٍ عِنْدَ مَلِيكٍ مُّقْتَدِرٍ انتہی

رفع کے معنی عزت کی موت نہ کسی لغت سے ثابت ہیں اور نہ کسی محاورہ سے اور نہ کسی فن کی اصطلاح سے۔ محض مرزا صاحب کی اختراع اور گھڑت ہے۔ البتہ رفع کا لفظ محض اعزاز کے معنی میں مستعمل ہوتا ہے مگر اعزاز رفع جسمانی کے منافی نہیں اعزاز اور رفع جسمانی دونوں جمع ہو سکتے ہیں نیز اگر رفع سے عزت کی موت مراد ہو تو نزول سے ذلت کی پیدائش مراد

ہونی چاہیے اس لیے کہ حدیث میں نزول کو رفع کا مقابل قرار دیا ہے اور ظاہر ہے کہ نزول کے یہ معنی مرزا صاحب کے ہی مناسب ہیں۔

رہا یہ امر کہ آیت میں آسمان میں جانے کی کوئی تصریح نہیں۔ سو اس کا جواب ہے کہ بَلْ رَفَعَهُ اللهُ إِلَيْهِ لِأَنَّ تَعَالَىٰ نَبِيَّكَ عِيسَىٰ كَمَا تَرَىٰ فِي الْكِتَابِ وَالرُّوحُ حُرٌّ إِلَيْهِ كَمَا تَرَىٰ فِي الْكِتَابِ وَإِنَّكَ لَمِنَ الْمُنزَلِينَ

اشرا کی طرف چڑھتے ہیں یعنی آسمان پر۔ وَقَالَ تَعَالَىٰ إِلَيْهِ يَصْعَدُ الْكَلِمُ الطَّيِّبُ وَالْعَمَلُ الصَّالِحُ يَرْفَعُهُ ۗ اشرہ کی طرف پاکیزہ کلمات چڑھتے ہیں اور اشرہ تعالیٰ عمل صالح کو اوپر اٹھاتا ہے۔ یعنی آسمان کی طرف چڑھتے ہیں۔ اسی طرح بَلْ رَفَعَهُ اللهُ إِلَيْهِ میں آسمان پر اٹھایا جانا مراد ہوگا۔ اور جس کو خدا نے تعالیٰ نے ذرا بھی عقل دی ہے وہ سمجھ سکتا ہے بَلْ رَفَعَهُ اللهُ إِلَيْهِ کے یہ معنی کہ خدا نے انکو عزت کی مشاویٰ یہ معنی جس طرح لغت کے خلاف ہیں اسی طرح سیاق و سباق کے بھی خلاف ہیں۔

دویم یہ کہ اس آیت کی تفسیر میں حضرت ابن عباس رضی اشرہ عنہما سے باسناد صحیح یہ منقول ہے لما اسرأد الله ان يرفع عيسى الى السماء تفسیر ابن کثیر ص ۱۰۶ ج ۲ (جب اشرہ تعالیٰ نے عیسیٰ علیہ السلام کو آسمان کی طرف اٹھانے کا ارادہ فرمایا۔ الی آخر القصر) اس کے علاوہ متعدد احادیث میں آسمان پر جانے کی تصریح موجود ہے وہ احادیث عن قریب ہم نقل کریں گے۔

سوم یہ کہ مرزا صاحب کا یہ کہنا کہ رفع سے ایسی موت مراد ہے جو عزت کے ساتھ ہو جیسے مقربین کی موت ہوتی ہے کہ ان کی روہیں مرنے کے بعد علیین تک پہنچانی جاتی ہیں۔ اس عبارت سے خود واضح ہے کہ بل **رَفَعَهُ اللَّهُ** سے آسمان پر جانا مراد ہے۔ اس لیے کہ "علیین" اور "مقرب" صدق تو آسمان ہی میں ہیں۔ بہر حال آسمان پر جانا تو مرزا صاحب کو بھی تسلیم ہے۔ اختلاف اس میں ہے کہ آسمان پر حضرت مسیح بن مریم کی فقط روح گئی یا روح اور جسد دونوں گئے؟ سو یہ ہم پہلے ثابت کر چکے ہیں کہ آیت میں جسدہ العنصری رفع مراد ہے۔

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

حیاتِ نبوی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی

دوسری دلیل

قال الله عز وجل

وَلَا يَمُنُّ بِآيَاتِنَا إِلَّا الَّذِينَ آمَنُوا مِن قَبْلُ
مَوْتِهِمْ وَهُمْ لَا يَسْمَعُونَ نَادِيَهُمْ

ربطاً یہ آیت گذشتہ آیت ہی کے سلسلہ کی ہے گذشتہ آیات میں حضرت نبوی علیہ السلام کے رفع الی السماء کا ذکر تھا، جس سے طبعاً یہ سوال

پیدا ہوتا تھا کہ اب رفع الی السماء کے بعد کیا ہوگا؟ اس آیت میں اس کا جواب مذکور ہے کہ وہ اس وقت تو آسمان پر زندہ ہیں۔ مگر قیامت کے قریب آسمان سے نازل ہوں گے اور اس وقت تمام اہل کتاب انکی موت کا پہلے ان پر ایمان لے آئیں گے اور چند روز دنیا میں رہ کر انتقال فرمائیں گے۔ اور روضہ اقدس میں مدفون ہوں گے جیسا کہ احادیث میں مذکور ہے اور یہود بے بہود جو ان کے قتل کے مدعی ہیں ان کو اپنی آنکھوں سے زندہ دیکھ کر اپنی غلطی پر ذلیل اور نادیم ہوں گے۔

بیان ربط بعنوان دیگر

گذشتہ آیات میں حضرت مسیح علیہ السلام کے ساتھ یہود کے کفر اور عداوت کا ذکر تھا۔ اس آیت میں ان کے ایمان کا ذکر ہے کہ رفع الی السماء سے پہلے اگرچہ یہود حضرت مسیح کی نبوت سے منکر تھے، مگر نزول من السماء کے بعد تمام اہل کتاب ان پر ایمان لے آئیں گے اور ان کی نبوت کی تصدیق کریں گے چنانچہ ارشاد فرماتے ہیں کہ آئندہ زمانے میں کوئی شخص اہل کتاب میں سے باقی نہ رہے گا مگر عیسیٰ کے مرنے سے پہلے ان کی نبوت اور رسالت پر ضرور بالضرور ایمان لے آئے گا۔ رفع الی السماء سے پہلے تکذیب اور عداوت تھی

لَا یُؤْمِنَنَّ بِہَا میں دو حروف تاکید ہیں۔ ایک لام تاکید اور دوسرا نون تاکید مشقلہ۔ ایک ضرور لام تاکید کا ترجمہ ہے اور دوسرا ضرور نون تاکید کا ترجمہ ہے۔ فافہم

ذکاء و استقامت

نزول کے بعد تصدیق اور محبت ہوگی۔ اور پھر اس سب کے بعد قیامت کے دن عیسیٰ علیہ السلام ان کی تصدیق و تکذیب اور محبت اور عداوت کی شہادت دیں گے تاکہ شہادت کے بعد فیصلہ سنا دیا جائے۔

اس آیت سے صاف ظاہر ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام ابھی زندہ ہیں قیامت کے قریب آسمان سے نازل ہوں گے۔ اور ان کی وفات سے پہلے تمام اہل کتاب ان پر ایمان لے آئیں گے اس کے بعد ان کی وفات ہوگی۔

تفسیر آیت

اس آیت کی تفسیر میں صحابہ و تابعین و علماء مفسرین کے دو قول ہیں۔
قول اول۔ مشہور اور جمہور کے نزدیک مقبول اور راجح یہ ہے کہ لئومناہ کی ضمیر کتابی کی طرف راجع ہے اور یہاں اور قبل مرتبہ کی دو نون ضمیریں عیسیٰ علیہ السلام کی طرف راجع ہیں اور معنی آیت کے یہ ہیں کہ نہیں رہے گا کوئی شخص اہل کتاب میں مگر البتہ ضرور ایمان لے آئے گا زمانہ آئندہ یعنی زمانہ نزول میں عیسیٰ علیہ السلام پر عیسیٰ علیہ السلام کی موت سے پہلے قیامت کے دن عیسیٰ علیہ السلام ان پر گواہ ہوں گے۔ چنانچہ حضرت شاہ ولی

قدس سرہ اس آیت کا ترجمہ اس طرح فرماتے ہیں:-

”نباشد هیچ کس از اہل کتاب الا البتہ ایمان آرد بعیسیٰ پیش از مردن و

روز قیامت عیسیٰ گواہ باشد بر ایشان“

(ف) مترجم می گوید یعنی یہودی کہ حاضر شوند نزول عیسیٰ را البتہ ایمان آزند

شاہ ولی اللہ کے اس ترجمہ اور فائدہ تفسیر یہ ہے صاف ظاہر ہے کہ
 بیہ اور موتیہ کی دونوں ضمیریں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف راجع
 ہیں جیسا کہ آیت کے سیاق و سباق سے معلوم ہوتا ہے اس لیے کہ وَمَا
 قَتَلُوهُ اَوْ رَمَوْهُ اَوْ صَلَبُوهُ اَوْ مَاتُوا بَقِيْنَا اَوْ بَدَّلْنَا اَفْعَالَهُمْ اَمَّا
 ضَمَائِرُ مَفْعُولِ حَضْرَتِ مَسِيحِ بْنِ مَرْيَمَ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هِيَ كِطْرٌ رَاجِعٌ فِيهَا اَوْ
 پھر آئندہ آیت وَيَوْمَ الْقِيَامَةِ يَكُونُ عَلَيْهِ حَرْثٌ شَهِيدًا میں يَكُونُ
 کی ضمیریں بھی حضرت مسیح ہی کی طرف راجع ہوں گی تاکہ سیاق اور سباق کے
 خلاف نہ ہو۔

اور عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے بھی باسناد صحیح یہی منقول
 ہے کہ بیہ اور موتیہ کی ضمیریں حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف
 راجع ہیں۔ چنانچہ حافظ عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ فتح الباری شرح صحیح بخاری میں
 فرماتے ہیں:-

اسی کا ابن عباس نے جزم اور یقین کیا،
 جیسا کہ ابن جریر نے بروایت سعید بن
 جبیر ابن عباس سے باسناد صحیح روایت
 کیا ہے اور بطریق ابی رجاہ حسن بصری سے
 اس آیت کی تفسیر قبل موت عیسیٰ کے
 منقول ہے۔ حسن بصری فرماتے ہیں واشر
 حضرت عیسیٰ اس آن میں بھی زندہ ہیں۔

وهذا اجزم ابن عباس فيما
 رواه ابن جرير من طريق
 سعيد بن جبير عنه باسناد
 صحيح ومن طريق ابى رجا
 عن الحسن قال قبل موت
 عيسى والله انه الآن حي و
 لكن اذا نزل امنوا به اجمعون

ونقلہ اکثر اہل العلم
 راجحہ ابن جریر وغیرہ
 فتح الباری ۳۵۰ ج ۶

جب نازل ہوں گے اس وقت ان پر
 سب ایمان لے آئیں گے اور یہی اکثر اہل
 علم سے منقول ہے اور اسی کو ابن جریر وغیرہ
 نے راجح قرار دیا ہے۔

اور قتادہ اور ابوالکاسم سے بھی یہی منقول ہے کہ قبیل موتہ کی ضمیر حضرت
 عیسیٰ کی طرف راجح ہے۔ (تفسیر ابن جریر ص ۶۶)

اور حضرت ابو ہریرہ کی ایک روایت میں ہے جس کو امام بخاری اور امام
 مسلم نے روایت کیا ہے اس سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے کہ یہ اور موتہ کی ضمیریں
 حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف راجح ہیں۔

عن ابی ہریرۃ قال قال
 رسول اللہ صلی اللہ علیہ
 وسلم والذی نفسی بیدہ
 لیوشکن ان ینزل فیکم
 ابن مریم حکما عدلا فیکسر
 الصلیب ویقتل الخنزیر
 ویضع الحرب ویفیض المال
 حتی لا یقبل احد حتی
 تکون السجدة الواحدة
 خیرا من الدنیا وما فیہا

ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ
 صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قسم ہے اس
 ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے
 بے شک عن قریب تم میں عیسیٰ بن مریم
 نازل ہوں گے دریاں حلے کہ وہ فیصلہ
 کرنے والے اور انصاف کرنے والے ہوں گے
 صلیب کو توڑیں گے اور خنزیر کو قتل کریں
 گے اور لڑائی کو ختم کر دیں گے مال کو بہا
 دیں گے یہاں تک کہ مال کو قبول کرنے
 والا کوئی نہ ملے گا۔ اور ایک سجدہ دنیا اور

اور ما فیہا سے بہتر ہو گا۔ پھر ابو ہریرہ یہ
 فرماتے ہیں کہ اگرچہ تو اس حدیث کی
 تصدیق کے لیے یہ آیت پڑھو **وَإِن
 مِّنْ أَهْلِ الْكِتَابِ إِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ
 بِهِ قَبْلَ مَوْتِهِمْ وَبِیَوْمِ الْقِيَامَةِ
 یَكُونُونَ عَلَیْهِمْ شَهِدًا** ۵

شور یقول ابو ہریرة
 واقراوا ان شئتم وان
 من اهل الكتاب الا
 لیؤمنن به قبل
 موتہ و یوم القیمة یكون
 علیہم شہیدا ۵

ما فظ عقلا فی اس حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں :-

یعنی ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا اس طرح
 آیت کا پڑھنا اس کی دلیل ہے کہ تہ اور
 موتہ کی ضمیریں حضرت عیسیٰ علیہ السلام
 کی طرف راجع ہیں یعنی ہر شخص زمانہ آئندہ پر
 حضرت عیسیٰ کی موت سے پہلے حضرت
 عیسیٰ پر ضرور ایمان لے آئے گا۔

وهذا مصیر من الی ہریرة
 رضی اللہ عنہ الی ان الضمیر
 فی قولہ بہ وموتہ یعود
 علی عیسی علیہ السلام
 ای الا لیؤمنن بعیسی قبل
 موت عیسی۔

فتح الباری ص ۲۵۷
 ۶۷

ایک وہم کا ازالہ

مرزا صاحب کہتے ہیں کہ اقراوا ان شئتم الی آخرہ یہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ
 والتسلیم کا ارشاد نہیں بلکہ ابو ہریرہ کا استنباط ہے جو حجت نہیں۔ خلاصہ
 یہ کہ حدیث مرفوع نہیں بلکہ صحابی کا اثر ہے۔

جواب

یہ ہے کہ حدیث کتاب اللہ کی شرح ہے۔ قرآن کریم میں جو چیز اجماعاً مذکور ہے حدیث اس کی تفصیل ہے۔ اس لیے فقہاء صحابہ اس تتبع اور تلاش میں رہتے تھے کہ احادیث نبویہ اور کلمات طیبہ کے منشا اور ماخذ کا پتہ کتاب اللہ سے چلائیں اور ارشادات نبویہ کا کلمات الہیہ سے استنباط کریں۔ کتاب اللہ اور حدیث رسول اللہ میں تطبیق اور توفیق دینا اور حدیث کی تصدیق اور مزید توثیق کے لیے کتاب اللہ کی کسی آیت سے استشہاد کرنا یہ شخص کا کام نہیں جس کو خدا نے تعالیٰ نے تفقہ اور استنباط کی نعمت اور دولت سے سرفراز فرمایا ہو وہی کر سکتا ہے۔ اسی طرح حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی یہ عادت تھی کہ اکثر حدیث کی روایت کر کے استشہاد کوئی آیت تلاوت فرمایا کرتے ہیں اور وہ اکثر اپنی رائے سے نہیں ہوتی بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی سے منقول ہوتی ہے لیکن بعض مرتبہ اس کی تصریح فرمادیتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اور بعض مرتبہ اختصاراً فقط آیت کی تلاوت پر ہی اکتفا فرماتے ہیں۔ لیکن تتبع اصح استقر جب کیا جاتا ہے تو دوسری سند سے اس کے مرفوع ہونے کی تصریح مل جاتی ہے۔ چنانچہ یہ آیت بھی اسی قبیل سے ہے اور اس کی چند نظائر ہدیہ ناظر کی جاتی ہیں۔

نظیر اول

ابو ہریرہؓ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ کہتے سنا کہ جماعت کی نماز تنہا نماز سے بچیں درجہ بڑھ کر ہے اور صبح کی جماعت میں دن اور رات کے فرشتے جمع ہوتے ہیں۔ پھر ابو ہریرہ نے کہا کہ اگر قرآن سے اس کی تصدیق و تائید چاہو تو یہ آیت پڑھ لو۔
 اِنَّ قُرْآنَ الْفَجْرِ كَانَ
 مَشْهُودًا ۝

بخاری شریف

وسند احمد

عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول تفضل صلوة الیوم کلہا بصلوة احد کم و حدہ اربع و عشرين جزا و یجتمع ملائکة اللیل والنہار فی صلوة الفجر شو یقول ابو ہریرۃ اقرأوا ان شئتم ان قرآن الفجر کان مشہودا ۝ اخرجہ البخاری و احمد بن حنبل فی مسندہ
 مکتبہ ۲۳۶ و ۲۳۷ ج ۲

نظیر دوم

ابو ہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مسکین وہ نہیں کہ جس کو ایک دو لقمہ دے کر واپس

عن ابی ہریرۃ یقول قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم لیس المسکین الذی الخ

واقرا وان شتم يعني قوله
تعالى لا يستلون الناس
للعافا - اخرج البخاري
واحمد بن حنبل في مسنده

مشجر ۲

بخاري: مسند احمد

نظم سوم

عن ابى هريرة قال
رسول الله صلى الله عليه وسلم
ما من مولود الا يولد على
الفطرة فابواه يهودانه
او ينصرانه او يمجسانه كما تنتج
البعية البهية بجماء هل تحسرون
فيها من جدعاء ثم يقول فطرة
الله التي فطر الناس عليها لا تبديل
لخلق الله ذلك الدين القيم

اخرج البخاري مشجر

ابو هريره رضی اللہ تعالیٰ عنہ...
فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ
علیہ وسلم فرماتے ہیں ہر بچہ فطرت
اسلام پر پیدا ہوتا ہے۔ بعد میں
اس کے ماں باپ یہودی یا نصرانی
یا مجوسی بنالیتے ہیں۔ اور اگر چاہو
تو یہ آیت پڑھ لو:-

فِطْرَةَ اللَّهِ الَّتِي فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا
الآية

بخاری شریف ۵۴۷

نظیر چہارم

عن ابى هريرة ان النبي صلى الله

ابو هريره سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وسلم قال خلق الله
 المخلوق فلما فرغ منه قامت الرحم
 فاخذت بحقو الرحمن
 فقال لها من قالت هذا
 مقام العائذ بك من القطيعة
 قال الا ترضين ان اصيل
 من وصدك واقطع من
 قطعك قالت بلى يا رب
 قال فهو لك قال رسول
 الله صلى الله عليه وسلم
 فاقرأوا ان شئتم فهل عسيتم
 ان توليتم ان تفسدوا
 في الارض وتقطعوا ارحامكم
 اخرجها البخاري مش ۸۵ و في
 رواية قال ابو هريرة اقرأوا
 ان شئتم مكان رسول الله
 صلى الله عليه وسلم
 اخرجها البخاري مش ۸۶

خلیسہ دم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مخلوق
 کو پیدا فرمایا۔ جب فارغ ہوئے تو مثالی
 طور پر قرابتوں نے دست بستہ عرض
 کیا کہ ہم قرابت قطع کرنے والوں سے
 پناہ مانگتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ
 کیا تم اس پر راضی نہیں کہ جو تم کو وصل
 کرے اس کو میں اپنے سے ملاؤں۔ اور
 جو تم کو قطع کرے اس سے میں بھی قطع تعلق
 کروں؟ قرابتوں نے عرض کیا کیوں
 نہیں اے پروردگار۔ اللہ تعالیٰ نے
 فرمایا پس تمہارے لیے یہ فیصلہ
 ہو چکا۔ اور اس کے بعد رسول اللہ
 صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اگر
 چاہو تو یہ آیت پڑھ لو فهل
 عسيتم ان توليتم
 ان تفسدوا في الارض
 وتقطعوا ارحامكم
 بخاری شریف۔ ص ۸۶

نظیر پنجم

عن ابی ہریرۃ قال قال
رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم قال اللہ تبارک
وتعالیٰ اعدادت لعبادی
الصلحین ما لا عین رأت
ولا اذن سمعت ولا خطر
على قلب بشر واقراوا ان
شئتم فلا تعلم نفس ما
اخفی لہم من قرۃ اعین
۱۵۔ اخرجه البخاری منہ

واحمد بن حنبل

ابو ہریرہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تبارک
وتعالیٰ یہ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے نیک
بندوں کے لیے وہ نعمتیں تیار کر رکھی ہیں
کہ چونہ آنکھوں نے دیکھیں اور نہ کانوں
نے سُنیں اور نہ کسی دل میں ان کا خطرہ
گذرا۔ اور لگ رہا ہو تو یہ آیت پڑھ لو۔
فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّا أُخْفِيَ لَهُمْ
مِّن قُرَّةِ أَعْيُنٍ

بخاری شریف

مسند احمد

نظیر ششم

عن ابی ہریرۃ يبلغہ النبی
صلی اللہ علیہ وسلم قال
ان فی الجنة شجرة یسیر
الراکب فی ظلها مائة عام

ابو ہریرہ کا روایت ہے کہ نبی کریم
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جنت میں
ایک درخت ہے جس کے سایہ
میں سوار سو برس بھی چلے تو قطع نہیں

کر سکے گا۔ اور اگر چاہو تو یہ آیت
پڑھ لو وَظِلِّ تَمْدُودٍ
بخاری شریف

مسند احمد

لا يقطعها واقرا وان شئت
وظل ممدود - اخرج
بخاری ۲۴۴۱ و احمد بن حنبل
فی مسندہ ۲۸۲ ج ۲

نظیر ہفتم

ابو ہریرہ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ
علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہر مومن کے ساتھ
میں اس کی جان سے زیادہ اس کے
ساتھ دنیا اور آخرت میں قریب
ہوں۔ اور اگر چاہو تو یہ آیت پڑھ لو
النَّبِيِّ اُولَىٰ بِالْمُؤْمِنِينَ
مِنْ اَنْفُسِهِمْ

بخاری شریف

مسند احمد

عن ابی ہریرۃ ان النبی
صلی اللہ علیہ وسلم قال
ما من مومن الا وانا ولی
بہ فی الدنیا والاخرۃ واقرا
ان شئت النبی اولیٰ با
لمؤمنین من انفسہم آہ
اخرج البخاری ۳۲۳ و
احمد بن حنبل فی مسندہ
۳۳۲ و ۳۳۸ ج ۲

نظیر ہشتم

ابو ہریرہ روایت کرتے ہیں کہ آں
حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

عن ابی ہریرۃ قال سمعت
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

يقول لا تقوم الساعة حتى
تطلع الشمس من مغربها
فاذا طلعت وراءها الناس
امن من عليها فذلك
حين لا ينفع نفسا ايمانها لم
تكن امنت من قبل او كسبت
في ايمانها خيرا. آة ۷
اخرجه الامام الاحمد في مسنده

$\frac{231}{26}$ و $\frac{213}{26}$ و $\frac{398}{26}$ و $\frac{530}{26}$

نظير

عن ابى هريرة قال قال
رسول الله صلى الله عليه
وسلم ما من مولود الا نشأ
الشیطان الا ابن مريم
امه ثم قال ابو هريرة
اقراء وان شئت انى عینها
بک وذریتها من الشیطان
الرجیم. آة مسند احمد ۲۶

کہ قیامت اس وقت تک قائم نہ ہوگی
کہ جب تک آفتاب مغرب سے طلوع
نہ کرے اور جب آفتاب مغرب سے
طلوع ہوگا اور لوگ اس کو دیکھیں گے
تو اس وقت سب ایمان لے آئیں
گے۔ مگر اس وقت یہ ایمان نفع نہیں
دے گا اور اگر چاہو تو یہ آیت پڑھ لو کہ
يُنْفَعُ نَفْسًا اِيْمَانُهَا۔

مسند احمد

ابو ہریرہ راوی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہر بچہ کو شیطان ولادت
کے وقت کوچہ دیتا ہے مگر عیسیٰ
علیہ السلام اور ان کی والدہ کہ وہ
اس کے محفوظ رہے۔ پھر ابو ہریرہ
نے کہا اگر چاہو تو یہ آیت پڑھ لو۔
اِنَّ اَعْيُنَنَا بِكَ وَذُرِّيَّتِنَا
مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ

نظائر

ابو ہریرہ راوی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے گڑھوں کے بارے میں دریافت کیا گیا تو ارشاد فرمایا کہ اس بارے میں مجھ پر کوئی خاص حکم نازل نہیں ہوا۔ مگر یہ آیت جامعہ۔
فَمَنْ يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ
خَيْرًا يَرَهُ ۝

بخاری و مسلم
وسند احمد

عن ابی ہریرۃ فی حدیث
طویل عن النبی صلی اللہ
علیہ وسلم انه سئل عن
الحجر الاہلیۃ فقال ما
انزل اللہ علی فیہا الا ہذہ
الآیۃ للجامعۃ فمن یعمل
مثقال ذرۃ خیرا یرہ ۝ و
من یعمل مثقال ذرۃ شرا
یرہ ۝ بخاری و مسلو

سند امام احمد ۲۶۲ ج ۲

حضرات اہل انصاف کو ان نظائر سے غائبانہ اچھی طرح منکشف ہو گیا ہوگا کہ حضرت ابو ہریرہ جب کسی حدیث کے بعد کوئی آیت استشہاداً ذکر فرماتے ہیں تو وہ مرفوع بھی ہوتی ہے۔ چنانچہ اس حدیث کے بھی بعض رواۃ کو اس کے مرفوع ہونے کا گمان ہے جیسا کہ سند امام احمد بن حنبل کی اس روایت سے معلوم ہوتا ہے :-

حدثنا عبد اللہ قال حدثني يزيد انا سفيان عن
الزهري عن حنظلة عن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ

صلى الله عليه وسلم ينزل عيسى بن مريم فيقتل
 للخنزير ويمحو الصليب الى ان قال ثم قتل ابو هريرة
 وان من اهل الكتاب الا ليؤمنن بمقبل موته
 ويوم القيمة يكون عليهم شهيداه فزعم حنظلة ان
 ابا هريرة قال يوم من به قبل موت عيسى فلا ادري
 هذا كله حديث النبي صلى الله عليه وسلم ادثنى قاله
 ابو هريرة انتهى ج مسند من ۲۹ ج ۲ واخرجه ابن كثير
 ص ۲۲۵ ج ۲

یعنی حنظلہ کہتے ہیں کہ مجھ کو معلوم نہیں کہ یہ روایت از اول تا آخر سب
 حدیث مرفوع ہے یا آخری حصہ ابو ہریرہ کا قول ہے۔ واللہ اعلم۔
 اور امام طحاوی نے شرح معانی الآثار میں حضرت ابن سیرین رحمۃ اللہ
 تعالیٰ سے نقل کیا ہے کہ حضرت ابو ہریرہ کی کل روایتیں مرفوع ہیں گو بظاہر
 وہ موقوف ہوں۔

عن محمد بن سيرين انه كان اذا حدث عن ابي هريرة
 فقل له عن النبي صلى الله عليه وسلم فقال كل
 حديث ابي هريرة عن النبي صلى الله عليه وسلم انتهى
 شرح معانی الآثار ص ۱۱۱ ج ۱ باب سورة المزة
 اور شیخ جلال الدین سیوطی نے تفسیر و نشر کے ص ۲۲۲ پر اس روایت کو مرفوعاً
 نقل فرمایا ہے۔ وہ یہ ہے :-

اخرجہ ابن مردودی عن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ صلی
 اللہ علیہ وسلم یوشک ان ینزل فیکم ابن مر یوعدا لا
 یقتل الدجال ویقتل الخنزیر ویکسر الصلیب ویضع
 الخزیۃ ویفیض المال حتی یکون السجدۃ واحداۃ اللہ
 رب العالمین واقراء وان شئتم وان من اهل
 الکتاب الا لیومین بہ قبل موتہ موت عیسی
 بن مریم ثم یعیدہا ابو ہریرۃ ثلاث ہرارة۔ انتہی۔

اور تھیں عید ہا کا لفظ نہایت صاف طور سے اس کو ظاہر کر رہا ہے
 کہ اس سے ما قبل کا سب حصہ مرفوع ہے اور رسول اللہ علیہ وسلم کا ارشاد
 ہے اور اگر بالفرض یہ تسلیم بھی کر لیا جائے کہ یہ ابو ہریرہ ہی کا قول ہے تب بھی
 حجت ہے۔ ایک صحابی کا صحابہ کرام کے مجمع میں کسی بات کو علی الاعلان کہنا
 اور صحابہ کرام کا اس پر سکوت فرمانا یہ اجماع سکوتی کہلاتا ہے۔ اور صحابہ کرام
 کا اجماع بہ اتفاق علمائے امت حجت قاطعہ ہے اور خصوصاً وہ بات کہ جو
 بار بار اور مختلف مجامع میں کہی گئی ہو اور صحابہ نے اس پر کوئی اعتراض نہ فرمایا
 ہو اس امر کی قطعی دلیل ہے کہ یہ امر صحابہ کے نزدیک بالکل مسلم ہے اگر قابل
 انکار ہوتا تو ضرور صحابہ اس پر انکار فرماتے۔ صحابہ کرام سے یہ ناممکن ہے کہ ان کے
 سامنے کوئی قول منکر کہا جائے اور وہ اس پر انکار نہ فرمائیں۔ اسی طرح حضرت
 ابو ہریرہ کا قبل موتہ کی ضمیر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف رجوع کرنا اور
 صحابہ کرام سے مجامع اور مجالس میں اس کو بار بار بیان فرمانا اور کسی صحابی کا اس پر

انکار نہ کرنا اس امر کی قطعی اور صریح دلیل ہے کہ یہ امر تمام صحابہ کے نزدیک مسلم تھا۔
حافظ عسقلانی فتح الباری میں فرماتے ہیں:-

وقد اختار كون الضمير لعيسى

ابن جرير وبه قال جماعة من

السلف وهو الظاهر لانه

تقدم ذكر عيسى وذهب

كثير من التابعين فمن

بعد هو الى ان المراد

قبل موت عيسى كما

روى عن ابن عباس

قبل هذا.

فتح الباری

دونوں ضمیروں کا یعنی بہ اور موتی کی

ضمیروں کا حضرت عیسیٰ کی طرف راجع

ہونا اس کو امام ابن جریر اور سلف کی

ایک جماعت نے راجح قرار دیا ہے اور

قرآن کریم کا سیاق بھی اس کو مقتضی

ہے۔ کیونکہ گذشتہ کلام میں حضرت

عیسیٰ ہی کا ذکر ہے اور تابعین اور تبع

تابعین کثرت سے اسی طرف ہیں کہ آیت

کی مراد یہ ہے کہ قبل موت عیسیٰ یعنی

عیسیٰ علیہ السلام کے مرنے سے پہلے جیسا

کہ ابن عباس سے مروی ہے۔

قول ثانی

آیت کی تفسیر میں دوسرا قول یہ ہے کہ یہ کی ضمیر تو عیسیٰ علیہ السلام
کی طرف راجع ہے اور قبل موت کی ضمیر کتابی کی طرف راجع ہے اور
آیت کا مطلب یہ ہے کہ ہر کتابی اپنے مرنے سے پہلے حضرت عیسیٰ کی
نبوت و رسالت اور ان کی عبدیت پر ایمان لے آتا ہے جیسا کہ ابی بن کعب

رضی اللہ عنہ کی قرأت وَاِنْ مِّنْ اٰهْلِ الْكِتٰبِ اِلَّا لِيُؤْمِنُوْا بِهٖ
 قَبْلَ مَوْتِهِمْ اِذَا هُمْ مُسْلِمُوْنَ کی صریح مراد یہ ہے یعنی نہیں ہے کوئی اہل کتاب
 میں سے مگر وہ ضرور ایمان لے آئیں گے اپنے مرنے سے پہلے حضرت عیسیٰ کی نبوت
 ورسالت پر۔ یعنی اس بات پر کہ وہ اللہ کے بندے اور رسول تھے۔ خدا
 اور خدا کے پیٹے نہیں تھے۔ مگر یہ ایمان چونکہ خروج روح کے وقت ہوتا ہے۔
 اس لیے مشرکاً معتبر نہیں اور نہ آخرت میں نجات کے لیے کافی ہے۔ اس
 قرأت میں بجائے قَبْلَ مَوْتِهِمْ کے قَبْلَ مَوْتِهِمْ بِصِيغَةِ جَمْعِ اِيَّاہُمْ
 جو صراحتاً اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ قَبْلَ مَوْتِهِمْ کی ضمیر اہل کتاب
 کی طرف راجع ہے۔ لہذا اسی طرح دوسری قرأت میں بھی قَبْلَ مَوْتِهِمْ کی ضمیر
 کتابی کی طرف راجع ہونی چاہیے تاکہ دونوں قرأتیں متفق ہو جائیں۔ حافظ عسقلانی
 فتح الباری ص ۳۵۲ میں فرماتے ہیں:-

وسمى جماعة هذا المذهب
 بقراءة ابى بن كعب اِلَّا
 لِيُؤْمِنُوْا بِالْضَّمِّ بِهٖ قَبْلَ
 مَوْتِهِمْ اِذَا هُمْ مُسْلِمُوْنَ
 قال النووى معنى الكرية
 على هذا ليس من اهل
 الكتاب اذ يحضر الموت
 الا آمن عند المعاينة قبل
 علماء کی ایک جماعت نے ابی بن کعب
 کی قرأت کی بنا پر اس قول کو راجع قرار
 دیا ہے کہ موتہ کی ضمیر کتابی کی طرف راجع
 ہے اور اس قول کی بنا پر آیت کے یہ
 معنی ہوں گے کہ ہر کتابی اپنی روح نکلنے
 سے پہلے اس بات پر ایمان لے آتا ہے
 کہ عیسیٰ علیہ السلام اللہ کے بندے اور
 رسول تھے۔ مگر ایسی حالت میں ایمان

نخروج من روحه بعيسى عليه
السلام والله عبد الله و
لكن لا ينفع هذا الايمان
في تلك الحالة كما قال الله
عز وجل وليست التوبة
للذين يعملون السيئات حتى
اذا حضر احدهم الموت
قال انا تبت الآن
فتح الباری ۳۵۴

فتح الباری

ترجیح این وجیح

جمہور سلف اور خلف کے نزدیک آیت کی تفسیر میں راجح اور مختار
قول اول ہے اور دوسرا قول ضعیف ہے۔ اس لیے کہ اس قول کا دار
مدار ابی بن کعب کی قرابت پر ہے اور یہ قرابت شاذ ہے۔ کسی صحیح یا حسن
سند سے بھی ثابت نہیں۔ سند کے راوی ضعیف اور مجروح ہیں۔ تفسیر
ابن جریر میں اس قرابت کی اسانید مذکور ہیں اور علی بن ابی اسباب میں
جس قدر روایتیں ابن عباس سے مروی ہیں وہ بھی ضعیف ہیں امام حلیل
و کبیر حافظ عماد الدین بن کثیر اپنی تفسیر میں فرماتے ہیں :-

واولیٰ هذه الاقوال با
 لصحة القول الاول وهو
 انه لا يبقى احد من
 اهل الكتاب بعد
 نزول عيسى عليه السلام
 الا امن به قبل موته
 اى قبل موت عيسى
 عليه السلام ولا شك
 ان هذا الذى قاله
 ابن جرير صحيح
 لانه مقصود من بيان
 الاى وهذا القول هو
 الحق كما سنبينه با
 لدليل القاطع ان شاء
 الله تعالى وبه الثقة
 وعليه التكلان. آه
 تفسير ابن كثير

مسند ۲۳۳ ج ۳

حافظ ابن کثیر فرماتے ہیں کہ صحیح قول فقط
 یہی ہے کہ دونوں ضمیروں عیسیٰ علیہ السلام
 کی طرف راجع ہیں اور آیت کی تفسیر
 اس طرح کی جائے کہ آئندہ ایک زمانہ
 آنے والا ہے کہ جس میں تمام اہل کتاب
 عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کے بعد ایمان
 لے آئیں گے کہ عیسیٰ علیہ السلام بے شک
 رسول ہیں اور یہی ابن جریر طبری رحمۃ
 اللہ علیہ نے اختیار فرمایا ہے اور اس میں
 کوئی شک نہیں کہ یہی صحیح اور درست
 ہے کیونکہ سیاق آیت سے عیسیٰ علیہ
 السلام ہی کا ذکر مقصود ہے اور یہی
 قول حق ہے جیسا کہ ہم اس کو دلیل
 قطعی سے ثابت کریں گے۔ اللہ تعالیٰ
 ہی پر اعتماد ہے اور اسی پر بھروسہ
 ہے۔

تفسیر ابن کثیر

اور دلیل قطعی سے وہ احادیث متواترہ مراد ہیں کہ جن میں صراحتاً یہ مروی

سے کہ قیامت کے قریب عیسیٰ علیہ السلام نازل ہوں گے اور اس وقت کوئی شخص ایسا باقی نہ رہے گا کہ جو عیسیٰ علیہ السلام پر عیسیٰ علیہ السلام کی وفات سے پہلے ایمان نہ لے آئے۔

تطبیق و توفیق

جاننا چاہیے کہ دو قراءتیں دو مستقل آیتوں کا حکم رکھتی ہیں۔ ابی بن کعب کی قراءت سے ہر کتابی کا اپنے مرنے سے پہلے حضرت عیسیٰ کی نبوت پر ایمان لانا معلوم ہوتا ہے۔ اور قراءت متواترہ سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ زمانہ آئندہ میں تمام اہل کتاب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی موت سے پہلے حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر ضرور ایمان لے آئیں گے۔ ان دونوں قراءتوں میں کوئی تعارض نہیں دونوں حق ہیں۔ ہر ایک قراءت بمنزکہ مستقل آیت کے ہے جو حجت ہے۔ ہر کتابی اپنے مرنے کے وقت بھی حضرت مسیح کی نبوت پر ایمان لاتا ہے اور جب قیامت کے قریب حضرت مسیح آسمان سے نازل ہوں گے اُس وقت بھی ہر کتابی حضرت مسیح علیہ السلام کی موت سے پہلے حضرت مسیح علیہ السلام پر ضرور ایمان لے آئے گا۔ قراءت متواترہ میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حیات اور رول کا ذکر ہے اور اہل کتاب کے اس ایمان کا ذکر ہے جو نزول کے بعد لائیں گے۔

اور ابی بن کعب کی قراءت مشاذہ میں حضرت مسیح کی حیات اور نزول کا ذکر نہیں۔ نہ حیات کا ذکر ہے نہ وفات کا۔ فقط اہل کتاب کے اس ایمان

ذکر ہے کہ جو اہل کتاب اپنی روح نکلتے وقت لاتے ہیں۔ غرض یہ کہ ہر قرأت میں ایک جدا واقعہ کا ذکر ہے جیسا کہ *الْحَرْفُ غُلِبَتِ السُّرُورُ* میں دو قراتیں ہیں۔ ایک معروف اور ایک مجہول۔ اور ہر قرات میں علیحدہ علیحدہ واقعہ کی طرف اشارہ ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جن حضرات صحابہ اور تابعین سے یہ قرات مشاذہ منقول ہے وہ سب کے سب بالاتفاق حضرت مسیح علیہ السلام کے بحمدہ العنصری آسمان پر اٹھاتے جانے اور قیامت کے قریب آسمان سے اترنے کے بھی قائل ہیں۔ چنانچہ تفسیر و منشور میں ام المؤمنین ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور محمد بن الحنفیہ سے مروی ہے کہ جو لوگ حضرت مسیح کے نزول سے پہلے مرے گئے وہ اپنی موت کے وقت حضرت مسیح پر ایمان لاتے ہیں۔ اور جو اہل کتاب حضرت مسیح کے زمانہ نزول کو پائیں گے وہ تمام حضرت مسیح پر حضرت مسیح کی موت سے پہلے ایمان لائیں گے۔ لہذا ابی بن کعب کی قرات تا نزول عیسیٰ سے پہلے مرنے والوں کے حق میں ہے اور قرات متواترہ ان لوگوں کے حق میں ہے کہ جو نزول کے بعد حضرت مسیح کی موت سے پہلے ایمان لائیں گے۔

پھر یہ کہ اہل کتاب جو اپنے مرنے سے پہلے ایمان لاتے ہیں وہ بھی یہی ایمان

لے وہ روایت یہ ہے۔ ۱۔ اخرج ابن المنذر عن شہر بن حوشب قال قال لی الجاح یا شہر آیت من کتاب اللہ ما قرأتہ الا اعترض فی نفسی منها شیء قال اللہ وان من اہل کتاب الا یؤمن بہ قبل موتہ۔ والی ادنی بالاساری قاضی عناقہم ولا اجمع یقولون شیئا فقلت رفعت الیک علی فیروچہما ان النصرانی اذا ضربت روحہ ضربتہ الملائکۃ من قبلہ ومن دبرہ (بتیہ برکتہ)

لاتے ہیں کہ عیسیٰ ابھی فوت نہیں ہوئے بلکہ زندہ صحیح و سالم آسمان پر اٹھایے گئے
جیسا کہ اس روایت سے معلوم ہوتا ہے۔

اخریج عبد بن حمید وابن المنذر عن شہر بن حوشب فی قولہ
تعالیٰ وان من اهل الکتاب الا لیؤمنن بہ قبل موته
عن محمد بن علی بن ابی طالب وهو ابن الحنفیۃ قال قال
یس من اهل الکتاب احدا الا انہ الملائکۃ یضربون
رجمہ ودبرہ ثم یقال یا علیا والله ان عیسیٰ روح الله وکلمتہ
کذبت علی الله وزعمت انه الله ان عیسیٰ لحرمت وانہ
سافر الی السماء وهو نازل قبل ان تقوم الساعة فلا یبقی

یہودی ولا نصرانی الا امن بہ انتہی۔ تفسیر درمنثور ج ۲ ص ۳۴۱
(ترجمہ) عبد بن حمید اور ابن منذر نے بروایت شہر بن حوشب محمد بن علی
بن الحنفیہ سے آیت **وَإِنْ مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ إِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهِ** کی
کی تفسیر اس طرح روایت کی ہے کہ نہیں ہے کوئی اہل کتاب میں سے مگر

وقالوا ای حبیب ان المسیح الذی زعمت انه الله وابن الله او ثالث ثلثہ عبد الله وروحہ
وکلمتہ فیؤمن حین لا ینفعہ ایمانہ وان الیہودی اذا خرجت نفسہ فربتہ الملائکۃ من قبلہ
ودبرہ وقالوا ای حبیب ان المسیح الذی زعمت انک قتلته عبد الله وروحہ فیؤمن بہ حین
لا یسجد الا یمان فاذا کان عند نزول عیسیٰ آمنت بہ احوارہم کما آمنت بہ یوما ہم فقال من
این اخذتہا فقلت من محمد بن علی قال لقد اخذتہما من معدنہما قال شہر وایم الله ما حدثنیہ الا
ولکنی اجبت ان اغیظہ ۱۲ تفسیر درمنثور ج ۲ ص ۳۴۱

آتے ہیں فرشتے اس کی موت کے وقت اور خوب مارتے ہیں اس کے چہرے اور
 شرین پر اور کہتے ہیں کہ اے اللہ کے دشمن اے شک عیسیٰ اللہ کی خاطر
 روح ہیں اس کا کلمہ ہیں۔ تو نے اللہ پر جھوٹ بولا اور گمان کیا کہ عیسیٰ اللہ ہیں
 تحقیق عیسیٰ ابھی نہیں مرے اور تحقیق آسمان کی طرف اٹھائے گئے اور وہ قیامت
 سے پہلے نازل ہوں گے پس اس وقت کوئی یہودی اور نصرانی باقی نہ رہے گا
 مگر حضرت مسیح پر ضرور ایمان لائے گا۔

عجب نہیں کہ جس طرح مشرکین کو مرنے کے وقت عقیدہ فاسدہ پر
 توجیح اور سزائش کی جاتی ہے اسی طرح اہل کتاب کو بھی حضرت عیسیٰ کے
 بارے میں غلط عقیدہ کی بنا پر توجیح کی جاتی ہو۔ کما قال تعالیٰ رَاكَ الْذٰلِیْنَ
 تَوَفَّیْهِمُ لِتَلَٰبِیْكَ ظٰلِمِیْنَ اَنْفُسِهِمْ قَا لَھُوَ السَّلٰمَ مَا
 كُنَّا نَعْمَلُ مِنْ سُوْءٍ

امام ابن جریر اور ابن کثیر فرماتے ہیں کہ جب موت کا نزول ہوتا ہے تو حق
 اور باطل کا فرق واضح ہو جاتا ہے جب تک دین حق اور دین باطل کا امتیاز
 نہ ہو جائے اس وقت تک روح نہیں نکلتی۔ اسی طرح ہر کتابی اپنے مرنے سے
 پہلے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نبوت و رسالت پر ایمان لے آتا ہے اور حضرت
 عیسیٰ کے بارے میں اس پر حق واضح ہو جاتا ہے۔

حیاتِ عیسیٰ علیہ السلام کی تیسری دلیل

قَالَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ

وَمَكْرًا وَأَوْمَرَ اللَّهُ وَاللَّهُ خَيْرُ الْبَاكِرِينَ ۝ إِذْ
قَالَ اللَّهُ يُعِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ قَدِ افْتَرَيْنَاكَ
مِنَ الدِّينِ كَفْرًا وَابْجَاعِلُ الَّذِينَ اتَّبَعُوكَ فَوْقَ
الَّذِينَ كَفَرُوا إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ ثُمَّ لِي مَرْجِعُكُمْ
فَأَحْكُمُ بَيْنَكُمْ فِيمَا اختلفْتُمْ فِيهِ فَتُخْتَلِفُونَ ۝

ترجمہ و تفسیر

یہودیوں نے عیسیٰ علیہ السلام کے پکڑنے اور قتل کرنے کی خفیہ تدبیریں کیں اور اللہ تعالیٰ نے ان کی حفاظت اور عصمت کی ایسی تدبیر فرمائی جو ان کے دم و گھمان سے بھی بالا اور برتر تھی۔ وہ یہ کہ ایک شخص کو عیسیٰ علیہ السلام کی ہم شکل بنا دیا اور عیسیٰ علیہ السلام کو آسمان پر اٹھالیا اور یہودی جب گھر میں داخل ہوئے تو اس ہم شکل کو پکڑ کر لے گئے اور عیسیٰ سمجھ کر اس کو قتل کیا اور وہی پرچہ چھایا اور اللہ

تعالیٰ سب سے بہتر تدبیر فرمانے والے ہیں۔ کوئی تدبیر اللہ کی تدبیر کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔ اُس وقت اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ کی پریشانی دور کرنے کے لیے یہ فرمایا کہ اے عیسیٰ تم گھبراؤ نہیں تحقیق میں تم کو تمہارے ان دشمنوں سے بلکہ اس جہان ہی سے پورا پورا لے لوں گا۔ اور بجائے اس کے کہ یہ ناسخاڑے تجھ کو پکڑ کر لے جائیں اور صلیب پر چڑھائیں میں تجھ کو اپنی پناہ میں لے لوں گا اور آسمان پر اٹھاؤں گا کہ جہاں کوئی پکڑنے والا پہنچ ہی نہ سکے اور تجھ کو ان ناپاک اور گندوں سے نکال کر پاک اور صاف اور مطہر اور معطر نگہ میں پہنچا دوں گا کہ تجھ کو کفر اور عداوت کا رانچہ بھی محسوس نہ ہو اور یہ ناسخاڑے تجھ کو بے عزت کر کے تیرے اور تیرے دین کے اتباع سے لوگوں کو روکنا چاہتے ہیں۔ اور میں اس کے بالمقابل تیرے پیروں کو تیرے کفر کرنے والوں پر قیامت تک غالب اور فائق رکھوں گا۔ تیرے خدام اور غلام ان پر حکم ران ہوں گے اور یہ ان کے محکوم اور باج گزار ہوں گے۔ قیامت کے قریب تک یوں ہی سلسلہ ہے گا کہ نصاریٰ ہر جگہ یہود پر غالب اور حکم ران رہیں گے اور اپنی ذلت و منکنت کا اور حضرت مسیح بن مریم کے نام لیواؤں کی عزت و رفعت کا مشاہدہ کرتے رہیں گے اور اندر سے تلملہاتے رہیں گے۔ یہاں تک کہ جب قیامت قریب آجائے گی اور دجال کو جیل خانہ سے چھوڑ دیا جائے گا تاکہ یہود بے بہود اپنی عزت اور حکومت قائم کرنے کے لیے اس کے ارد گرد جمع ہوں تو یکایک عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام بصد جاہ و جلال آسمان سے نازل ہوں گے اور

لے اشارة الى الاذي اذ فلما احس عيسى من هم الكفرة ۱۲

دجال کو جو یہود کا بادشاہ بنا ہوا ہوگا اس کو تو خود اپنے دست مبارک سے قتل فرمائیں گے اور باقی یہود کا قتل و قتال اور اس جماعت کا بالکلہ استیصال امام مہدی اور مسلمانوں کے سپرد ہوگا۔ دجال کے متبعین کو چن چن کر قتل کیا جائے گا۔ نزول سے پہلے یہود اگرچہ حضرت مسیح کے غلام اور محکوم تھے مگر زندہ رہنے کی تو اجازت تھی مگر حضرت مسیح کے نزول کے بعد زندہ رہنے کی بھی اجازت نہ رہے گی ایمان لے آویا اپنے وجود سے بھی دست بردار ہو جاؤ۔ اور نصاریٰ کو حکم ہوگا کہ میری الوہیت انبیت کے عقیدہ سے تائب ہو جاؤ اور مسلمانوں کی طرح مجھ کو اللہ کا بندہ اور رسول سمجھو اور صلیب کو توڑ دیں گے اور خنزیر کو قتل کریں گے اور جزیہ کو ختم کریں گے اور سوائے دین اسلام کے کوئی دین قبول نہ فرمائیں گے۔

الغرض نزول کے بعد اس طرح تمام اختلافات کا فیصلہ فرمائیں گے جیسا کہ آئندہ آیت میں اس طرف اشارہ فرماتے ہیں **فَسَيَكْفُرُ بِكُمْ فِيمَا كُنْتُمْ فِيهِرَ تَخْتَلِفُونَ**۔ پھر تم سب کا میری طرف لوٹنا ہے پس اس وقت میں تمہارے اختلافات کا فیصلہ کروں گا۔ وہ فیصلہ یہ ہوگا کہ عیسیٰ علیہ السلام کے نزول سے یہود کا یہ زعم باطل ہو جائیگا کہ ہم نے حضرت مسیح کو قتل کر دیا۔ لکھا قال اللہ تعالیٰ **وَقَوْلِهِمْ إِنَّا قَتَلْنَا الْمَسِيحَ عِيسَىٰ بَنَ مَرْيَمَ سَوْءَ سَوَالٍ** اللہ! اور نصاریٰ کا یہ زعم باطل ہوگا کہ وہ خدا یا خدا کے بیٹے ہیں اور حیات مسیح کے مسئلہ کا فیصلہ ہو جائے گا اور روز روشن کی طرح تمام عالم پر یہ واضح ہو جائے گا کہ عیسیٰ علیہ السلام اسی

جسدِ عنصری کے ساتھ زندہ آسمان پر اٹھائے گئے تھے۔ اور اسی جسم کے ساتھ
آسمان سے اترے ہیں۔

لفظ توفی کی تحقیق

قبل اس کے کہ ہم ان آیات کی مفصل تفسیر کریں لفظ توفی کی تحقیق ضروری
سمجھتے ہیں۔

توفی وفات سے مشتق ہے جس کے معنی پورا کرنے کے ہیں۔ یہ مادہ خواہ کسی شکل
اور کسی ہیئت میں ظاہر ہو مگر کمال اور تمام کے معنی کو ضروریہ ہو سکے ہو گا۔
لما قال تعالیٰ اَوْفُوا بِعَهْدِي اَوْفِیْ اَوْفِ بِعَهْدِكُمْ مِیْرَ عہد کو پورا
کر دو میں تمہارے عہد کو پورا کروں گا۔ وقال تعالیٰ فَاَوْفُوا الْكَيْلَ اِذَا كِلْتُمْ
ما پ کو پورا کرو جب تم ما پو یوفون بالثنا سے اپنی نذر نزل کو پورا کرتے
ہیں وَ اَتْمَسَاؤُ فَوْنَ اَجْمُرُكُمْ یَوْمَ الْقِيَامَةِ جہاں نیستا کہ تم
پورا پورا اجر قیامت کے دن دیے جاؤ گے۔ یعنی کچھ تھوڑا بہت اجر تو دنیا
میں بھی مل جائے گا مگر پورا پورا اجر قیامت کے دن ہی ملے گا۔

اور لفظ توفی جو اسی مادہ یعنی وفات سے مشتق ہے اس کے اصلی اور حقیقی معنی
احضار الثانی وافیاء کے ہیں یعنی کسی چیز کو پورا پورا سے لینا کہ باقی کچھ نہ رہے
قرآن اور حدیث اور کلام عرب میں جس جگہ بھی یہ لفظ مستعمل ہوا ہے سب
جگہ توفی سے استیفاء اور اکمال اور اتمام ہی کے معنی مراد لیے گئے ہیں۔ توفی

سے اگر کسی جگہ موت کے معنی مراد لیے گئے ہیں تو وہ کنایہ اور لہجہ مراد لیے گئے ہیں۔ اس لیے کہ استیفاء عمر اور تمام عمر کے لیے موت لازم ہے۔ توفی عین موت نہیں بلکہ موت توفی بمعنی المال عمر اور تمام زندگی کا ایک ٹکڑا اور نتیجہ ہے۔ چنانچہ لسان العرب ص ۲۰ ج ۲ میں ہے:-

توفی المیت استیفاء مدات التی وفیت له وعدد ایامه
 وشہومہ واعوامہ فی الدنیا یعنی میت کے توفی کے معنی یہ ہیں کہ اس
 کی مدت حیات کو پورا کرنا اور اس کی دنیاوی زندگی کے دنوں اور مہینوں
 اور سالوں کو پورا کر دینا۔ مثلاً کہا جاتا ہے کہ فلاں بزرگ کا وصال یا انتقال
 ہو گیا۔ وصال کے اصل معنی ملنے کے ہیں اور انتقال کے اصل معنی ایک جگہ
 سے دوسری جگہ منتقل ہو جانے کے ہیں۔ بزرگوں کی موت کو موت کے
 لفظ سے تعبیر کرنا عرف میں خلاف ادب سمجھا جاتا ہے اس لیے بجائے
 موت کے لفظ وصال اور انتقال مستعمل ہوتا ہے۔ یعنی اپنے رب سے
 جا ملے اور دارِ قانی سے دارِ جاودانی کی طرف انتقال فرمایا، اور کبھی اس
 طرح کہتے ہیں کہ فلاں بزرگ رحلت فرمائے عالم آخرت ہوئے۔ یا یہ
 کہتے ہیں کہ فلاں شخص اس عالم سے رخصت ہوا یا فلاں شخص گزر گیا۔ تو کیا
 اس استعمال سے کوئی شخص سمجھتا ہے کہ وصال اور انتقال اور رحلت اور
 رخصت وغیرہ ان الفاظ کے حقیقی اور اصلی معنی موت کے ہیں۔ ہرگز نہیں
 بلکہ یہ سمجھتا ہے کہ اصلی اور حقیقی معنی تو اور ہیں تشریف اور تکرم کی غرض سے
 بزرگوں کی موت کو وصال اور انتقال کے لفظ سے تعبیر کر دیا گیا۔ اسی طرح

توفی کے لفظ کو سمجھیے کہ اصلی اور حقیقی معنی تو استیفاء اور اكمال کے ہیں۔ مگر بعض مرتبہ بغرض تشریف و تکریم کسی کی موت کو توفی کے لفظ سے کنایہ تعبیر کر دیا جاتا ہے جس سے قادیان اور ربوہ کے احمق اور نادان یہ سمجھ گئے کہ توفی کے حقیقی معنی ہی موت کے ہیں۔

علامہ زحشری اسس البلاغہ ص ۳۰۲ ج ۲ میں تصریح فرماتے ہیں کہ توفی کے حقیقی اور اصلی معنی استیفاء اور اكمال کے ہیں اور موت کے معنی مجازی ہیں :-

وفی بالعہد و اوفی بہ و هو دنی من قوم و ص و اوفیاء و
اوفاء و استوفاء و توفاء استکمالہ و من المجاز توفی و توفاء اللہ
ادرکتہ الوفاء ۱۰۸

اور علی ہذا علامہ زبیدی تاج العروس شرح قاموس ص ۳۹۲ ج ۱۰ میں فرماتے ہیں :-

وفی الشئ و فیاتہ و کثر فہو دنی و وافی بمعنی واحد
وکل شی بلغ الکمال فقد و فی و ترومنہ اوفی فلانا
حقہ اذا عطاہ و اقیاد و اوفاء فاستوفی و توفاء ای لم یبع
شیاً فہا مطاوعان لا وفاء و وفاء و من المجاز ادرکتہ الوفاء
ای المنیۃ و الموت و توفی فلان اذا مات و توفاء اللہ عز و
جل اذا قبض نفسہ آ۱۰

اب ہم چند آیتیں ہدیہ ناظرین کرتے ہیں جس سے صاف طور پر یہ معلوم

ہو جائے گا کہ تو فی کی حقیقت موت نہیں بلکہ تو فی موت کے علاوہ کوئی اور شے ہے۔

آیت اول

اللّٰهُ يَتَوَفَّى الْاَنفُسَ حَيًّا
مَوْتَهَا وَالَّتِي لَمَوتَتْ
فِي مَنَامِهَا فَمِيسِرُ الْوَفَا
قَطْعِي عَلَيْهَا الْمَوْتِ وَيُرْسِلُ
الْاٰخِرَىٰ اِلَىٰ اَجَلٍ مُّسَمًّى

یعنی اللہ تعالیٰ قبض کرتا ہے روح کو
جب وقت ہو ان کے مرنے کا اور
جو نہیں مرے ان کو قبض کرتا وقت
نیند کے پس روک لیتا ہے ان کو جن پر
مقدر کی ہے اور واپس بھیج دیتا ہے
ان کو وقت مقرر تک۔

اس آیت سے صاف ظاہر ہے کہ تو فی بعینہ موت کا نام نہیں بلکہ تو فی
موت کے علاوہ کوئی اور شے ہے کہ جو کبھی موت کے ساتھ جمع ہوتی ہے
اور کبھی نیند کے ساتھ یعنی تمہاری جانیں خدا کے قبضہ اور تصرف میں ہیں۔ ہر
روز سوئے وقت تمہاری جانیں کھینچتا ہے اور پھر واپس کر دیتا ہے۔ مرنے تک
ایسا ہی ہوتا رہتا ہے اور جب موت کا وقت ہوتا ہے تو پھر جان کھینچنے کے
بعد واپس نہیں کی جاتی۔

خلاصہ یہ کہ آیہ ہذا میں تو فی کی موت اور نیند کی طرف تقسیم اس امر کی
صریح دلیل ہے کہ تو فی اور موت الگ الگ چیزیں ہیں اور جن میں موت
کی قید سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے کہ تو فی موت کے وقت ہوتی ہے عین موت
نہیں اور نہ خود شے کا اپنے لیے ظفر ہونا لازم آتا ہے۔ لسان العرب سے

ہم ابھی نقل کر چکے ہیں کہ توفی کے معنی استیفاء اور استکمال یعنی کسی شے کو پورا پورا لینے کے ہیں۔ صاحب لسان توفی کی حقیقت بیان کر دینے کے بعد آیت موصوفہ کی تفسیر فرماتے ہیں:-

ومن ذلک قولہ عزوجل
اللہ یتوفی الانیفس حین
موتھا ای یتوفی مدد
آجالہ فی الدنیا واما
توفی النائم فہو استیفاء
وقت عقل و تمیزہ الی ان
نام۔ (لسان العرب ص ۲۸)

حاصل یہ کہ توفی کے معنی توفی استیفاء اور اخذ الیشی و انیا یعنی شے کو پورا پورا لینے ہی کے رہے۔ توفی میں کوئی تغیر اور تبدیل نہیں صرف توفی کے متعلق میں تبدیلی ہوتی۔ ایک جگہ توفی کا متعلق موت ہے اور دوسری جگہ نوم (نیند)

آیت دوم

وہو الذی یتوفی کفر
بالیس
وہی ہے کہ جو تم کو رات میں پورا پورا
کھینچ لیتا ہے۔

اس مقام پر بھی توفی موت کے معنی میں مستعمل نہیں ہوا بلکہ نیند کے موقع پر توفی کا استعمال کیا گیا۔ حالانکہ نوم میں قبضہ و روح پورا نہیں ہوتا۔

آیت سوم

حَتَّىٰ يَتَوْفَّقَهُنَّ الْمَوْتُ

حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ اس کا ترجمہ اس طرح کرتے ہیں

تا آن کہ عمر ایشان را تمام کند مرگ

یعنی یہاں تک کہ موت ان کی عمر تمام کرے۔

اس آیت میں توفی کے معنی تمام عمر اور اکیال عمر کے لیے گئے ہیں۔ علاوہ

ازیں قرآن کریم میں جا بجا موت کے مقابلہ میں حیات کا ذکر فرمایا ہے۔ توفی کو

حیات کے مقابل نہیں ذکر فرمایا جس سے صاف ظاہر ہے کہ توفی کی

حقیقت موت نہیں۔ ورنہ اگر توفی کی حقیقت موت ہوتی تو جس طرح جا

بجا موت کے مقابل حیات کا ذکر کیا جاتا ہے اسی طرح توفی کے مقابل بھی

حیات کا ذکر کیا جاتا۔ چند آیتیں ہدیہ ناظرین کرتے ہیں جن میں حق تعالیٰ نے حیات

کو موت کے مقابل ذکر فرمایا ہے توفی کے مقابل ذکر نہیں فرمایا۔ قال تعالیٰ

(۱) یُحْيِي الْأَمْوَاتَ بَعْدَ مَوْتِهِمْ۔ (۲) قَالَ تَعَالَىٰ كَيْفَانَا

أَحْيَاءَ وَأَمْوَاتًا۔ (۳) يُحْيِيكُمْ ثُمَّ يُمِيتُكُمْ (۴) هُوَ أَمَاتَ

وَأَحْيَا (۵) يُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَيُخْرِجُ الْمَيِّتَ

مِنَ الْحَيِّ (۶) أَمْوَاتٌ غَيْرُ أَحْيَاءٍ (۷) وَتَوَكَّلْ

عَلَىٰ الرَّحْمٰنِ الَّذِي لَا يَمُوتُ (۸) لَا يَمُوتُ فِيهَا وَلَا يَحْيَا

(۹) كَذٰلِكَ يُحْيِي اللّٰهُ الْمَوْتَىٰ (۱۰) يُحْيِي وَيُمِيتُ وَهُوَ

عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ

ان آیات اور ائمہ لغت کی تصریحات سے یہ بات بخوبی منکشف ہو گئی کہ توفی کی حقیقت موت نہیں بلکہ توفی ایک جنس کا درجہ ہے جس کے تحت میں کئی فرد مندرج ہیں۔ جیسے حیوان ایک جنس ہے اور انسان اور فرس اور بقرو وغیرہ اس کے افراد ہیں۔ حیوانیت کبھی انسانیت میں ہو کر پائی جاتی ہے اور کبھی فرس کے ساتھ وغیر ذلک۔ چنانچہ حافظ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں :-

لغت عرب میں توفی کے معنی استیفاء
پورا پورا لینے کے ہیں اور توفی کی تین قسمیں
ہیں ایک توفی نوم یعنی نیند اور خواب کی
توفی اور دوسری توفی موت کے وقت
روح کو پورا پورا قبض کر لینا۔ تیسری توفی
الروح والبدن یعنی روح اور جسم کو پورا
پورا لے لینا۔ آہ۔

لفظ التوفی فی لغت العرب
معناه الاستیفاء والقبض
وذلك ثلاثة انواع احدها
توفی النوم، والثانی توفی الموت
والثالث توفی الروح والبدن
جميعًا ۸۱۔ الجواب الصحیح ۲۸۳
ج ۲

یعنی روح اور جسم دونوں کو آسمان پر اٹھا لینا۔ اور جن ائمہ لغت نے توفی کے معنی قبض روح کے لکھے ہیں انہوں نے یہ کہیں نہیں لکھا کہ فقط قبض روح کو توفی کہتے ہیں اور اگر قبض روح مع البدن ہو تو اس کو توفی نہیں کہتے۔ بلکہ اگر قبض روح کے ساتھ قبض بدن بھی ہو تو بدرجہ اولیٰ توفی ہوگی۔ جب یہ ثابت ہو گیا کہ توفی ایک جنس ہے اور نوم (نیند) اور موت اور دفع جسمانی یہ اس کے انواع اور اقسام ہیں اور یہ مسلم ہے کہ نوع اور قسم معین کرنے کے لیے قرینہ کا

ہونا ضروری اور لازمی ہے اس لیے جہاں لفظ توفی کے ساتھ موت اور اس کے

لوازم کا ذکر ہوگا اس جگہ توفی سے موت مراد لی جائے گی جیسے

قُلْ يَتَوَفَّكُم مَّلَكُ الْمَوْتِ

الَّذِي دُكِّنَ بِكُمْ

ہم پر مسلط کیا گیا ہے۔

اس مقام پر ملک الموت کے قرینہ سے توفی سے موت مراد لی جائے گی۔ اور

جس جگہ توفی کے ساتھ نوم یعنی خواب اور اس کے متعلقات کا ذکر ہوگا اس جگہ

توفی سے نوم کے معنی مراد لیے جائیں گے جیسے :-

وَهُوَ الَّذِي يَتَوَفَّكُم بِاللَّيْلِ

وَأَنْتُمْ لَا تَعْلَمُونَ

وہی خدا تم کو رات میں پورا پورا لیتا ہے

فَلَمَّا تَوَفَّاكَ رَسُولٌ أَلْحَدِي

یعنی نیند کے قاصد نے اس کو پورا پورا لے لیا یعنی سٹلا دیا۔ اس شعر میں بھی

توفی سے نوم کے معنی مراد ہیں اور جس جگہ توفی کے ساتھ رفع کا ذکر ہو یا اور

کوئی قرینہ ہو تو وہاں توفی سے رفع جسمانی مراد ہوگا۔ اور مرزا صاحب بھی،

دعوائی مسیحیت سے پہلے توفی کے معنی موت کے نہیں سمجھے تھے جیسا کہ براہین

احمدیہ ص ۵۵۷ پر لکھتے ہیں کہ لَئِن مَّتَّوَفَّيْكَ یعنی میں تجکو پوری نعمت

دوں گا۔ اور اسی کتاب کے ص ۴۹۸ اور ص ۵۰۳ پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام

کا زندہ رہنا اور نہایت عظمت اور جلال کے ساتھ دوبارہ دنیا میں آنا تسلیم کیا ہے

غرض یہ کہ یہ ثابت ہو گیا کہ توفی کے حقیقی معنی استیفاء اور اخذ لشی و انفا
یعنی کسی شے کو پورا پورا لینے کے ہیں اور یہ کسی کتاب میں نہیں کہ توفی کے حقیقی
معنی موت کے ہیں۔ اگر کسی مرزائی سے ممکن ہے تو لغت کی کوئی کتاب لا
دکھاوے جس میں یہ تصریح ہو کہ توفی کے حقیقی معنی موت کے ہیں۔ بلکہ ہم دعویٰ
کے ساتھ کہتے ہیں کہ قرآن اور حدیث میں جہاں کہیں یہی لفظ
توفی آیا ہے سب جگہ توفی کے اصلی اور حقیقی ہی معنی مراد ہیں یعنی استیفاء اور
استکمال۔ مگر چونکہ عمر کے پورا ہوجانے کے بعد موت کا تحقق لازمی ہے اس لیے مجازاً
یہ کہہ دیا گیا کہ یہاں موت کے معنی مراد ہیں۔

خلاصہ کلام

یہ کہ توفی کے اصلی معنی پورا وصول کرنے اور ٹھیک لینے کے ہیں۔ قرآن کریم
نے لفظ توفی کو نوم اور موت کے معنی میں اس لیے استعمال کیا کہ اہل عرب پر
موت اور نوم کی حقیقت واضح ہو جائے۔ جاہلیت والے اس حقیقت کو
بالکل بے خبر تھے کہ موت اور نوم میں حق تعالیٰ کوئی چیز بندہ سے لیتے ہیں۔ عرب
کا عقیدہ یہ تھا کہ انسان مر کر نیست اور نابود ہو جاتا ہے۔ موت کو فنا اور عدم
کے مرادف سمجھتے تھے اس لیے وہ بعث اور نشاۃ ثانیہ کے منکر تھے اللہ تعالیٰ
نے ان کے رد کے لیے ارشاد فرمایا قُلْ يَتَوَفَّكُم مَّلَكُ الْمَوْتِ
الَّذِي وُكِّلَ بِكُمْ تُعَلِّمُوهُ مَا كُنتُمْ تَعْمَلُونَ۔ آپ ان منکرین
بعث سے کہہ دیجیے کہ مر کر تم فنا نہیں ہوتے بلکہ موت کا فرشتہ تم سے اللہ کا

پورا پورا حق وصول کر لیتا ہے یعنی وہ ارواح کہ جو اللہ کی امانت ہیں وہ تم سے لے لی جاتی ہیں اور اللہ کے یہاں محفوظ رہتی ہیں، قیامت کے دن پھر وہی ارواح تمہارے اجسام کے ساتھ متعلق کر کے حساب کے لیے پیشی ہوگی

حضرت شاہ عبدالقادر صاحب قدس اللہ سرہ فرماتے ہیں تم اپنے آپ کو دھڑکتے ہو کہ خاک میں مل گئے تم جان ہو وہ فرشتہ لے جاتا ہے فنا نہیں ہوتے۔ انتہی۔

شاہ صاحب نے اپنے ان مختصر الفاظ میں اسی حقیقت کی طرف اشارہ فرمایا کہ جس کی ہم نے وضاحت کی۔ اس آیت میں بھی توفی کے معنی موت کے نہیں بلکہ حق وصول کرنے کے ہیں۔ موت دینے والا تو صرف وہی محی اور ممیت ہے۔ ملک الموت تو اللہ کا حق وصول کرنے والا ہے۔

آیت توفی کی تفسیر

جب توفی کے معنی معلوم ہو گئے تو اب آیت توفی کی تفسیر سنیے یہو
 بے بہو دے جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے قتل کی تدبیریں شروع کیں
 تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے بھی اس کو محسوس فرمایا لکن قال تعالیٰ فَمَا تَا
 أَحْسَنَ عِيسَىٰ مِنْهُ مِنَ الْكُفْرِ تَوَاضَعُ لِعَالِيهِ فَمَنْ يَمُنْ
 علیہ السلام کی تسلی فرمائی کہ اے عیسیٰ تم گھبراؤ مت۔ یہ تو تدبیریں کر رہی ہے
 ہیں ہم بھی تدبیریں کر رہے ہیں۔ عن قریب تم کو معلوم ہو جائے گا۔
 اس آیت شریفہ میں حق تعالیٰ نے ان پانچ وعدوں کا ذکر فرمایا ہے

جو اللہ تعالیٰ نے اس وقت عیسیٰ علیہ السلام سے فرمائے ایک توفی، دوام
رفع اور سوم تطہیر من الکفار یعنی کافروں سے پاک کرنا۔ اور چہارم تبیین کا
منکرین پر قیامت تک غالب اور فائق رہنا۔ اور پنجم فیصلہ اختلافات
اول کے تین وعدے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ذاتِ بابرکات کے
متعلق ہیں اور چوتھا خدام کے متعلق ہے اور پانچواں فیصلہ کے متعلق ہے جس کا
تعلق سب سے ہے۔

۱۔ وعدہ توفی

جمہور صحابہ اور تابعین اور عامہ سلف و خلف اس طرف گئے ہیں کہ
آیت میں توفی سے موت کے معنی مراد نہیں بلکہ توفی کے اصلی اور حقیقی معنی
مراد ہیں یعنی پورا پورا اور ٹھیک ٹھیک لے لینا۔ کیونکہ مقصود حضرت عیسیٰ
علیہ السلام کی تسلی اور تسکین ہے کہ اے عیسیٰ تم ان دشمنوں کے ہجوم اور زبرد
سے گھبراؤ نہیں میں تم کو پورا پورا روح اور جسم سمیت ان نابکاروں سے
چھین لوں گا۔ یہ نابکار اور ناجائز اس لائق نہیں کہ تیرے وجود باوجود کو ان
میں رہنے دیا جائے۔ ان کی ناقدر دانی اور ناسپاسی کی مزایدہ ہے کہ ان سے
اپنی نعمت واپس لے لی جائے۔ حضرت مولانا شاہ سید محمد نور نور اللہ
وجہ یوم القیامتہ ونضر (آمین) فرماتے ہیں سے

وجوه الموتکن اہلاً الخیر

فیاخذ منہم عیسیٰ المیہ

وہی ہے جو کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبروں کو
فرمایا ہے کہ تم ان لوگوں کو جو تمہارے
ساتھ ہیں ان سے کہو کہ تمہاری طرف سے
جو تمہاری طرف سے ہے وہ تمہاری طرف سے ہے

وہی ہے جو کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبروں کو
فرمایا ہے کہ تم ان لوگوں کو جو تمہارے
ساتھ ہیں ان سے کہو کہ تمہاری طرف سے
جو تمہاری طرف سے ہے وہ تمہاری طرف سے ہے

وہی ہے جو کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبروں کو
فرمایا ہے کہ تم ان لوگوں کو جو تمہارے
ساتھ ہیں ان سے کہو کہ تمہاری طرف سے
جو تمہاری طرف سے ہے وہ تمہاری طرف سے ہے

وہی ہے جو کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبروں کو
فرمایا ہے کہ تم ان لوگوں کو جو تمہارے
ساتھ ہیں ان سے کہو کہ تمہاری طرف سے
جو تمہاری طرف سے ہے وہ تمہاری طرف سے ہے

وہی ہے جو کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبروں کو
فرمایا ہے کہ تم ان لوگوں کو جو تمہارے
ساتھ ہیں ان سے کہو کہ تمہاری طرف سے
جو تمہاری طرف سے ہے وہ تمہاری طرف سے ہے

وہی ہے جو کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبروں کو
فرمایا ہے کہ تم ان لوگوں کو جو تمہارے
ساتھ ہیں ان سے کہو کہ تمہاری طرف سے
جو تمہاری طرف سے ہے وہ تمہاری طرف سے ہے

معنی آیت کے یہ ہوں گے کہ اے یہود! تم بالکل نہ گھبراؤ اور نہ مسیح کے قتل کی فکر کرو۔ میں خودی اُن کو موت دوں گا اور تمہاری تمنا اور آرزو پوری کر دوں گا۔ خود بخود تمہاری تمنا پوری ہو جائے گی۔ تمہیں کوئی مشقت بھی نہ ہوگی۔

(۲)

نیز یہ کہ تو فی معنی الموت تو ایک عام شے ہے جس میں تمام مومن اور کافر انسان اور حیوان سب ہی شریک ہیں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نبی خصوصیت ہے جو خاص طور پر ان سے تو فی کا وعدہ فرمایا گیا؟ قرآن کریم کے تتبع اور استقراء سے معلوم ہوتا ہے کہ تو فی کا وعدہ حق تعالیٰ نے سوائے عیسیٰ علیہ السلام کے اور کسی سے نہیں فرمایا۔

(۳)

نیز وَمَكْرُؤًا وَّمَكْرًا اللّٰهُ سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے کہ تو فی سے پورا پورا لینا اور آسمان پر اٹھایا جانا مراد ہو کیونکہ باجماع مفسرین وَمَكْرُؤًا سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے قتل اور صلیب کی تدبیریں مراد ہیں اور مَكْرًا اللّٰهُ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حفاظت کی تدبیر مراد ہے اور مَكْرًا اللّٰهُ کو مَكْرُؤًا کے مقابلہ میں لانے سے اس طرف اشارہ ہے کہ یہود کا کراہان کی تدبیر تو

بہ قول تعالیٰ وَاَيُّهَا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا اِنَّ اللّٰهَ يَكْتُمُ السِّرَّ الَّذِيْ لَكُمْ ۗ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ خَفِيٌّ ۙ

ابکیر ص ۲۶۳ ج ۲ - ابن کثیر ص ۲۲۹ ج ۲ - درختور ص ۲۶ ج ۲ - کشاف ص ۲۶ ج ۱

بیضاوی ص ۱۱ ج ۲ - بحر المحیط ص ۲۴۲ ج ۲ - مارک ص ۲۰۵ ج ۲ - روح المعانی

ص ۱۱۱ ج ۱۱۰ ... والسرچ المنیر ص ۲۱۵ ج ۱ - تاتخ کمال ابن اللاتیر ص ۱۱۰ ج ۱ - جلائین

ابوالسعود ص ۱۳۵ ج ۱ -

نہیں اور ناکام ہوئی اور اللہ سبحانہ کا مکر اور اس کی تدبیر غالب آئی۔ واللہ اعلم
 علی امرہ جیسے :-

وہ بھی تدبیر کر رہے ہیں اللہ میں بھی تدبیر
 کر رہا ہوں۔

إِنَّهُمْ يَكِيدُونَ كَيْدًا
 وَأَكِيدُ كَيْدًا ۝

اور دوسری جگہ ارشاد ہے :-

قَالُوا تَقَاسَمُوا بِاللَّهِ
 لَنُبَيِّتَنَّهُ وَأَهْلَهُ ثُمَّ
 لَنَقُولَنَّ لَوْ يَدُّ مَآشِقِنَا
 مَهْلِكًا أَهْلَهُ وَإِنَّا
 لَظَاهِرُونَ لَهُ وَنَجْرُؤُنَا
 فَكْرًا ۝ وَمَكْرُؤُنَا
 فَكْرًا ۝ فَانظُرْ
 كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ
 الْمُكْرِمِينَ ۝

قوم ٹھونڈنے آپس میں کہا کہ تمہیں اٹھاؤ کہ
 ہم شب کے وقت صبح (علیہ السلام) اور
 ان کے متعلقین کو قتل کر ڈالیں اور بعد میں ان
 کے وارثوں سے کہہ دیں گے کہ ہم اس موقع
 پر عافرت تھے اور ہم سچے ہیں۔ اللہ تعالیٰ
 فرماتے ہیں اس طرح انہوں نے صبح علیہ السلام
 کے قتل کے مشورے اور تدبیریں کیں اور ہم
 نے بھی ان کے بچانے کی خفیہ تدبیر کی کہ ان
 کو خبر بھی نہ ہوئی وہ یہ کہ پہاڑ سے ایک بھائی
 پتھر پھینک کر ان پر آگرا جس سے دب کر
 سب مر گئے (کمانی الدر المنثور) دیکھ لو کہ
 ان کے مکر کا کیا انجام ہوا ہم نے اپنے مکر اور
 تدبیر سے سب کو فارت کر ڈالا۔ اسی طرح
 اس آیت میں مکر کے بعد وکر اللہ مذکور ہے

جس سے حق جل شانہ کو یہ بتلانا مقصود ہے کہ یہود نے جو قتل کی تدبیر کی وہ تو کارگر نہ ہوئی مگر ہم نے جو ان کی حفاظت کی نرالی اور انوکھی تدبیر کی وہی غالب ہو کر رہی۔ پس اگر روح اور جسم کا پورا پورا لینا مراد نہ لیا جائے بلکہ توفی سے موت مراد لی جائے تو یہ کوئی ایسی تدبیر نہیں جو یہود کی مغلوبی اور ناکامی کا سبب بن سکے۔ بلکہ موت کی تدبیر تو یہود کی عین تمنا اور آرزو کے مطابق ہے۔ کفار مکہ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل کی تدبیریں کیں اور اللہ تعالیٰ نے آپ کی حفاظت کی تدبیر کی کما قال تعالیٰ وَمَكَرُوا مَكْرًا وَكَرِهُوا وَيَسْتَكْبِرُونَ وَاللَّهُ خَيْرٌ الْمَاكِرِينَ ۝ کفار مکہ آپ کے قتل کی تدبیریں کر رہے ہیں اور اللہ تعالیٰ آپ کی حفاظت کی تدبیر کر رہا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ بہترین تدبیر فرمائے ولے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کفار مکہ کے منصوبوں سے آگاہ کیا اور صبح سالم آپ کو مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کرا دی۔ اسی طرح حق تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق فرمایا تھا وَمَكَرُوا وَاللَّهُ خَيْرٌ الْمَاكِرِينَ ۝ یعنی یہود نے آپ کے قتل کی تدبیریں کیں اور اللہ تعالیٰ نے آپ کی حفاظت کی تدبیر کی کہ دشمنوں کے ہاتھ سے صبح و سالم نال کر آسمان کی طرف ہجرت کرا دی۔ اب اس ہجرت کے بعد نزول اور تشریف آوری زمین کے فتح کرنے کے لیے ہوگی۔ جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت کے کچھ عرصہ بعد مکہ فتح کرنے کے لیے تشریف لائے اور تمام اہل مکہ مشرف باسلام ہوئے۔ اسی طرح جب عیسیٰ علیہ السلام

زمین کو فتح کرنے کے لیے نازل ہوں گے تو تمام اہل کتاب ایمان لے آئیں گے بر
 رفع الی السماء۔

وعُدووم

كَمَا قَالَ تَعَالَى

وَرَأْفِعُكَ إِلَىٰ

یعنی اے عیسیٰ میں تم کو اپنی جانب اٹھاؤں گا جہاں کسی انسان کی رسائی بھی
 نہیں ہو سکتی جہاں میرے فرشتے رہتے ہیں وہاں تم کو رکھوں گا۔ اس آیت میں رفع
 سے رفع جسمانی مراد ہے۔ اس لیے کہ۔

(۱) وَرَأْفِعُكَ فِي خُطَابِ جِسْمِ مَعَ الرُّوحِ كَوَيْسٍ۔

(۲) رَفْعُ دَرَجَاتٍ تَوْحُرَّتْ عَيْسَىٰ عَلَيْهِ السَّلَامُ كَوَيْسٍ سِي سَعْلٍ تَحَادِدِ

رفع روحانی بصورتِ موت، یہ مرزا صاحب کے زعم کے مطابق خود۔۔۔

مُسْتَوْفِيكَ سَعْلٍ مَعْلُومٍ هُوَ چکا ہے۔ لہذا دوبارہ ذکرنا موجب تکرار ہے۔

(۳) نيز رفع روحانی ہر مرد وصلح اور نیک بخت کی موت کے لیے لازم

ہے اس کو خاص طور پر بصورتِ وعدہ بیان کرنا بے معنی ہے۔

(۴) نیز باتفاق محدثین و مفسرین و مورخین یہ آیتیں نصاریٰ نے نجران

کے مناظرہ اور ان کے عقائد کی اصلاح کے بارے میں آئی ہیں اور ان کا عقیدہ

یہ تھا کہ عیسیٰ علیہ السلام صلیب پر چڑھائے گئے اور پھر دوبارہ زندہ ہو کر آسمان پر

اٹھائے گئے۔ لہذا اگر رفع الی السماء کا عقیدہ غلط اور باطل تھا تو قرآن نے جس طرح عقیدہ ابنیت اور عقیدہ تثلیث اور عقیدہ قتل اور صلیب کی صاف صاف لفظوں میں تردید کی تو اسی طرح رفع الی السماء کے عقیدہ کی بھی صاف صاف لفظوں میں تردید ضروری تھی اور جس طرح واقفانہ اور باصلوبہ کہہ کر عقیدہ قتل و صلیب کی تردید فرمائی اسی طرح بجائے بَلْ تَرَفَعُوا اللّٰهَ كَمَا تَرَفَعُوا اللّٰهَ فَمَا تَرَفَعُوا اللّٰهَ فَمَا تَرَفَعُوا اللّٰهَ فَمَا تَرَفَعُوا اللّٰهَ کی تردید ضروری تھی بسکوت اور مبہم الفاظ سے نصاریٰ کی تو کیا اصلاح ہوتی مسلمان بھی اشتباہ اور گمراہی میں پڑ گئے۔

نیز اگر تونی اور رفع سے موت اور رفع روحانی مراد ہو تو وعدہ تطہیر من الکفار اور وعدہ کف عن بنی اسرائیل کی کوئی حقیقت اور اصلیت باقی نہیں رہتی جیسا کہ دوسری جگہ ارشاد ہے وَلَاذْكَرْتُمْ بَنِي إِسْرَائِيلَ عَنْكُمْ إِذْ جِئْتَهُمْ بِالْبَيِّنَاتِ اس آیت میں حق جل شانہ کے ان اعمال اور احسانات کا ذکر ہے کہ جو قیامت کے دن حق جل شانہ بطور امتنان عیسیٰ علیہ السلام کو یاد دلائیں گے ان میں سے ایک احسان یہ ہے کہ تجکو بنی اسرائیل کی دست درازی سے محفوظ رکھا۔

وعتہ سوم

وَمَطَّهْرُكَ مِنَ الَّذِينَ كَفَرُوا

حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے تیسرا وعدہ یہ فرمایا کہ میں تجکو اپنے اور تیرے

و شمنوں یعنی کافروں سے پاک کروں گا۔ اور ان کے ناپاک اور نجس پڑوس میں
 تجکو نہیں رہنے دوں گا بلکہ نہایت مطہر اور معطر جگہ میں تجکو بلا لوں گا۔ لفظ
 مطہر کفر اور کافروں کی نجاست کی طرف اشارہ کرنے کے لیے استعمال
 فرمایا۔ کما قال تعالیٰ اِنَّمَا الْمُشْرِكُونَ نَجَسٌ یعنی یہ نجس اور گندے آپ کے
 جسم مطہر کے قریب بھی نہ آنے پائیں گے۔ اور دوسری جگہ ارشاد ہے۔
 وَ اِذْ كَفَفْتُ بَنِي إِسْرَائِيلَ عَنْكَ اور اس وقت کو یاد کر کہ جب
 بنی اسرائیل کو تیرے پاس آنے سے بھی روک دیا۔ پس اگر خدا نخواستہ قتل اور
 صلب میں کامیاب ہو گئے تو پھر اس تطہیر اور کف کے وعدہ اور انعام کی کوئی
 حقیقت باقی نہیں رہتی۔

چنانچہ تفسیر درمشور ص ۳۲ ج ۲ میں حسن بصریؒ سے اس آیت کی تفسیر
 ان الفاظ میں مروی ہے یعنی ومخلصك من الیہم و فلا یصلون
 الی قتلك یعنی تطہیر من الكفار سے یہ مراد ہے کہ اے عیسیٰ میں تجکو یہود سے
 چھوڑاؤں گا اور ان کو تیرے قتل تک بھی رسائی نہ ہوگی اور اِذْ كَفَفْتُ
 بَنِي إِسْرَائِيلَ الْآیۃ کی آیت میں ایک خاص لطافت ہے وہ یہ کہ
 عیسیٰ علیہ السلام کی محفوظیت کو اس عنوان سے بیان فرمایا كَفَفْتُ بَنِي
 إِسْرَائِيلَ عَنْكَ اور كَفَفْتُ بمعنی بَحَثْتُ کا مفعول بہ بنی اسرائیل کو
 قرار دیا اور لفظ عَنْكَ بعد میں ذکر فرمایا جس کا مطلب یہ ہوا کہ بنی اسرائیل کو
 تیرے سے دور رکھا۔ ان کو تیرے قریب بھی آنے نہ دیا کہ تجھے ہاتھ بھی لگا سکیں۔
 لفظ کف بھی تبعد کے معنی میں ہے اور لفظ عن بھی بعد اور مجاوزت کے بیان

کے لیے آتا ہے اور یہ نہیں فرمایا کہ اذبحیتک عن بنی اسرائیل کہ تجکو بنی اسرائیل سے نجات دی اور ان کے ہاتھوں سے تجکو چھڑایا جیسا کہ دوسرے جگہ ہے وَلَاذَّبْنٰکُمْ مِّنْ اِلٰہٍ فِرْعَوْنِ یَسُوْمُوْنَ کُفْرًا سُوْءَ الْعٰکِفِیْنَ۔
 اے بنی اسرائیل اس وقت کو یاد کرو کہ جب ہم نے تم کو فرعونوں کے عذاب سے بچایا اور نجات دی اس لیے کہ اگر عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں یہ عنوان اختیار فرماتے تو یہ شبہ ہوتا کہ بنی اسرائیل کی طرح عیسیٰ علیہ السلام نے بھی دشمنوں سے ایذا نہیں اور تکلیفیں اٹھائیں مگر اخیر میں اللہ نے ان مصائب اور تکالیف سے نجات دی۔ عیسیٰ علیہ السلام کو کوئی ایذا تو کیا پہنچاتا وہ خود بھی ان تک نہ پہنچ سکا۔ اللہ نے دشمنوں کو دور ہی رکھا اور کسی بد ذات کو پاس بھی نہ پھٹکنے دیا اور جبریل علیہ السلام کو بھیج کر آسمان پر اٹھایا۔ تمام تفاسیر مستبرہ میں یہی تفسیر مذکور ہے۔

مرزا صاحب کہتے ہیں کہ عیسیٰ علیہ السلام صلیب سے رہا ہو کر شہیر پونچے اور ستاشی سال کے بعد شہیر میں وفات پائی۔ حالانکہ شہیر اس وقت کفر اور شرک اور بت پرستی کا گھر تھا جو ملک شام سے کسی طرح بہتر نہ تھا۔ شام حضرات انبیاء کا مسکن اور وطن تھا اور اللہ تعالیٰ یہ فرماتے ہیں وَمُطَهِّرًا لِّمِنَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا کہ میں تجکو کافروں سے پاک کرنے والا ہوں۔ نیز عیسیٰ علیہ السلام صرف بنی اسرائیل کی طرف مبعوث ہوئے تھے لہذا قال تعالیٰ وَرَسُوْلًا اِلٰی بَنِیْ اِسْرٰٓئِیْلَ اَنْ کُنْیَ صِرْفًا بَنِیْ اِسْرٰٓئِیْلَ کے لیے تھی۔ لہذا بنی اسرائیل کو چھوڑ کر شہیر جانے کے کیا معنی؟

وعدہ چہارم

مُتَعَبِّينَ مُنْكَرِينَ

وَسَيَأْتِيَنَّ الَّذِينَ يَتَّبِعُونَكَ فَوْقَ الَّذِينَ كَفَرُوا وَاللَّهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ

اور اسی عیسیٰ! میں تیری پیروی کرنے والوں کو تیرے کفر کرنے والوں پر

قیامت تک غالب رکھوں گا:

چنانچہ جس جگہ یہود اور نصاریٰ کے ہیں وہاں نصاریٰ یہود پر غالب
اور حکم ران ہیں آج تک یہود کو نصاریٰ کے مقابلہ میں کبھی حکم رانی نصیب
نہیں ہوئی۔

وعدہ پنجم

فِيصَلَةِ اخْتِلاف

تَسَاءَلُ أَيُّكُمْ فَايُّكُمْ فَمَا كُنْتُمْ فِيهِ تَخْتَلِفُونَ

یہ پانچواں وعدہ ہے کہ جو اختلافات کے فیصلہ کے متعلق ہے تمام اختلافات
کا آخری فیصلہ تو آخرت کے دن ہوگا لیکن یہود اور نصاریٰ اور اہل اسلام
کے اختلافات کا ایک فیصلہ قیامت قائم ہونے سے کچھ روز پہلے ہوگا اور
وہ مبارک وقت وہ ہوگا کہ جب عیسیٰ علیہ السلام آسمان سے نازل ہوں گے

اور دجال کو قتل کریں گے اور یہود کو چن چن کر ماریں گے۔ کوئی یہودی اُس وقت اپنی جان نہیں بچا سکے گا۔ اُس وقت شجرِ حجاز بھی یہ کہیں گے ہلا بھڑی دسراٹی فاقتلہ یہ یہودی میرے پیچھے چھپا ہوا ہے اس کو قتل کیجیے۔ صلیب کو توڑیں گے جس سے نصاریٰ کی اصلاح مقصود ہوگی۔ یہود حضرت عیسیٰ کی نبوت و رسالت پر ایمان لائیں گے اور نصاریٰ ان کی الوہیت اور انبیت سے تائب ہو کر ان کے عبدِ اشرار اور رسولِ اشرار ہونے کا اقرار اور اعتراف کریں گے اور اہل اسلام اس وقت اپنی آنکھوں سے ان تمام چیزوں کا مشاہدہ کریں گے کہ جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کے متعلق قرآن اور حدیث میں مذکور ہیں اور بے ساختہ ان کی زبانوں سے یہ نکلے گا۔

ہذا مَا وَعَدَنَا اللَّهُ
وَرَسُولُهُ وَصَدَقَ اللَّهُ
وَرَسُولُهُ

یہی ہے وہ کہ جس کا اشرار اس کے
رسول نے ہم سے وعدہ کیا تھا۔ اور ہے
شک اشرار اس کے رسول نے سچ کہا

اور اہل اسلام کے ایمان اور تسلیم میں اور زیادتی ہوگی اور مَآزَاذَهُمْ
إِذَا إِنَّمَا نَاوَسَلِيْمًا كَمَا مَصْدَقَ هُمُ لَگے۔ اور اب تک تو نزولِ عیسیٰ بن
مریم اور قتلِ دجال وغیرہ پر ایمان بالغیب تھا لیکن اب مشاہدہ کے بعد ایمانِ
شہودی ہو جائے گا کہ جس میں ارتداد کا اندیشہ نہ رہے گا۔ غرض یہ کہ حضرت عیسیٰ
علیہ السلام کے نزول سے تمام اختلافات ختم ہو جائیں گے اور روئے زمین پر
کوئی دین سوائے دینِ اسلام کے باقی نہ رہے گا۔ اس طرح یہ فیصلہ کا وعدہ
بھی پورا ہو جائے گا۔

تونی کی دوسری نوع

اور اگر اس آیت میں تونی کی دوسری نوع یعنی نوم (نیند) مراد لی جائے تب بھی مرزا صاحب کے لیے مفید نہیں کیونکہ اس صورت میں مُتَوَفِّیْكَ مَعْنٰی ہر غیمک کے ہوگا اور آیت کے معنی یہ ہوں گے کہ اے عیسیٰ میں تجکو سلاؤں گا اور سونے کی حالت میں تجکو آسمان پر اٹھاؤں گا۔ جیسا کہ تفسیر ابن جریر اور معالم التنزیل میں ربیع بن انس سے منقول ہے :-

قال الربیع بن انس المراد بالتونی النوم وكان عیسیٰ علیہ السلام قد نام فر فعلا الله ناما الى السماء معناه انی منیمک واسرعت الی کما قال تعالیٰ وَهُوَ الَّذِیْ یَتَوَفِّکُمْ بِاللَّیْلِ اِیٰ ینیمکم والله اعلم

ربیع بن انس کہتے ہیں کہ آیت میں تونی سے نوم یعنی نیند مراد ہے حضرت عیسیٰ علیہ السلام سو گئے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو اسی حالت میں آسمان پر اٹھایا اور آیت کے یہ معنی ہیں کہ اے عیسیٰ میں تجکو سلاؤں گا اور اسی حالت میں تجکو اپنی طرف اٹھاؤں گا۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد... وَهُوَ الَّذِیْ یَتَوَفِّکُمْ بِاللَّیْلِ (وہی ہے کہ جو تم کو رات میں سلاتا ہے) میں تونی سے نوم مراد ہے۔

لیکن تونی بمعنی نوم سے بھی مرزا صاحب کی تمنا اور آرزو پوری نہیں ہوتی کیونکہ نیند کی حالت میں آدمی زندہ رہتا ہے مرتا نہیں۔

توفی کی تیسری نوع

یعنی موت

اور اگر اس آیت میں توفی سے اس کی تیسری نوع مراد لی جائے جیسا کہ علی بن طلحہ حضرت ابن عباس سے متوفیک کی تفسیر مہیتک کے ساتھ روایت کرتے ہیں تب بھی مرزا صاحب کا مدعا وفات قبل النزول حاصل نہیں ہوتا۔ اس لیے کہ امام بغوی فرماتے ہیں کہ ابن عباس کے اس قول کے دو مطلب ہو سکتے ہیں۔ ایک مطلب تو وہ ہے کہ جو وہب بن نبہ اور محمد بن اسحاق سے منقول ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اولاً حضرت عیسیٰ کو وفات دی اور پھر کچھ دیر کے بعد ان کو زندہ کر کے آسمان پر اٹھایا۔ وہب یہ کہتے ہیں کہ دن کی تین ساعت مردہ رکھا اور پھر زندہ کر کے اٹھایا۔ اور محمد بن اسحاق یہ کہتے ہیں کہ دن کی سات ساعت مردہ رکھا اور پھر زندہ کر کے اٹھایا۔ غرض یہ کہ اگر توفی یعنی موت تین ساعت یا سات ساعت کے لیے پیش بھی آئی تو اس کے بعد دوبارہ زندگی اور دفع الی السماء بھی واقع ہوا ہے اور مرزا صاحب اس کے قائل نہیں۔

دوسرا مطلب

ابن عباس کے اس قول کا دوسرا مطلب ہے کہ خود ابن عباس کے

شاگردِ خاص یعنی ضحاک سے منقول ہے کہ آیت میں تقدیم و تاخیر ہے جیسا کہ شیخ جلال الدین سیوطی تفسیر و روشنی میں فرماتے ہیں :-

اخرجہ اسحاق بن بشر و ابن عسا کو من طریق جوہر عن الضحاک عن ابن عباس فی قوله تعالیٰ انی متوفیک و رافعک الی یعنی رافعک ثم متوفیک فی آخر الزمان	ضحاک کہتے ہیں کہ ابن عباس متوفیک و رافعک کی تفسیر میں یہ فرماتے تھے کہ حضرت مسوح کا رافع مقدم ہے اور ان کی وفات اخیس زمانہ میں ہوگی۔
--	---

در منشور ۳۶ ج ۲

پس اگر ابن عباس سے متوفیک کی تفسیر میتک سے مروی ہے تو ان سے تقدیم و تاخیر بھی مروی ہے۔ لہذا ابن عباس کے نصف قول کو جو اپنی ہوائے نفسانی اور غرض کے موافق ہوا سے لینا اور محبت قرار دینا اور دوسرے نصف کو جو ان کی غرض کے مخالف ہوا سے گریز کرنا یہ ایسا ہی ہے جیسے تارک نماز کا لا تَقْرَبُوا الصَّلَاةَ سے محبت پکڑنا اور اَنْتُمْ سَکَّارٌ سے آنکھیں بند کر لینا، نصف قول کو ماننا اور نصف قول سے قطع نظر کر لینا۔ نصف الاعمیٰ اور نصف البصیریٰ کا کام ہے۔

علاوہ ازیں ابن عباس سے متوفیک کی تفسیر جو میتک مروی ہے اس کا راوی علی بن طلحہ ہے۔ محدثین کے نزدیک یہ راوی ضعیف اور منکر الحدیث ہے۔ علی بن طلحہ نے ابن عباس سے نہ کچھ سنا ہے اور نہ ان کو

دیکھا ہے۔ لہذا علی بن طلحہ کی روایت ضعیف بھی ہے اور منقطع بھی ہے جو حجت نہیں ہو سکتی بلکہ اس کے برعکس ابن عباس سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا صحیح و سالم زندہ آسمان پر اٹھایا جانا یا سانسید صحیحہ اور حیدرہ منقول ہے۔ تعجب اور سخت تعجب ہے کہ ابن عباس کی وہ تفسیر کہ جس کی سند ضعیف اور منکر اور غیر معتبر ہو وہ تو مرزائیوں کے نزدیک معتبر ہو جائے اور ابن عباس کی وہ تفسیر جو اسانسید صحیحہ اور حیدرہ اور روایات معتبرہ سے منقول ہے وہ مرزا صاحب کی نزدیک قابل قبول نہ ہو۔

حیاتِ عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں حضرت

عبد اللہ بن عباس کی تصریحات

(۱) تفسیر ابن جریر اور ابن کثیر اور فتح الباری کے حوالہ سے گذر چکا ہے کہ ابن عباس کے نزدیک دورانِ مین اهل الکتاب اولا لیومیناً یہ قبل موتہ میں قبل موتہ کی ضمیر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف راجع ہے یعنی قبل موت عیسیٰ اور اسی پر ابن عباس کو جرم اور یقین تھا علامہ آلوسی روح المعانی میں لکھتے ہیں:-

امام قرطبی فرماتے ہیں کہ صحیح یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے عیسیٰ علیہ السلام کو بغیر موت اور بغیر منبہ کے زندہ آسمان پر

والصحیحہ کما قال القرطبی ان الله تعالى سرفعه من غیر وفاة ولا نوم وهو البرایة

الصحيحين عن ابن عباس - آة
اٹھایا اور ابن عباس کا صحیح قول یہی

شرح المعانی

ہے۔

امام قرظی کے کلام کا صاف مطلب یہی ہے کہ ابن عباس سے صحیح روایت
یہی ہے کہ وہ زندہ آسمان پر اٹھایے گئے اور اس کے خلاف جو روایت ہے وہ
ضعیف سے قابل اعتبار نہیں۔

قال الحافظ عماد الدين بن كثير

عن ابن عباس قال لما اسراد

الله ان يرفع عيسى الى السماء

الى ان قال وصرع عيسى من

سرو زينة في البيت الى السماء

قال وجاء الطلب من اليهود

فاخذوا الشب فقتلوه ثم

صلبوه وهذا السناد صحيح الى

ابن عباس۔

تفسیر ابن کثیر ج ۳

(۱۳) اور تفسیر فتح البیان ص ۳۲۲ ج ۲ پر ہے کہ حافظ ابن کثیر نے

سچ کہا کہ اس کی سند صحیح ہے۔ بے شک اس کے راوی بخاری کے

راوی ہیں۔

علامہ آلوسی نے وَمَكْرُؤًا وَمَكْرًا لِلَّهِ کی تفسیر میں ابن عباس کا قول

حافظ عماد الدین بن کثیر اپنی تفسیر میں

فرماتے ہیں کہ ابن عباس فرماتے ہیں،

جب اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام

کو آسمان پر اٹھانے کا ارادہ فرمایا تو ایک

شخص پر ان کی شباهت ڈال دی گئی

اور وہ قتل کر دیا گیا اور عیسیٰ علیہ السلام

مکان کے روشن دان سے آسمان پر اٹھا اور

گئے۔ ابن کثیر کہتے ہیں کہ ابن عباس کے

اس اثر کی سند صحیح ہے۔

نقل کیا کہ کراشر سے مراد یہ ہے کہ ایک شخص پر عیسیٰ علیہ السلام کی شبابہت ڈال دی گئی اور عیسیٰ علیہ السلام کو آسمان پر اٹھایا گیا۔ روح المعانی ج ۱۵۷

(۴) تفسیر ابن جریر اور ابن کثیر میں ابن عباس سے مروی ہے کہ

وَلَمَّا تَعْلَمُ لَيْسَ عَتْرَةٍ نَزُولِ عِيسَى عَلَيْهِ السَّلَامُ مَرَادٌ هُوَ -

(۱۵) محمد بن سعد نے طبقات کبریٰ منسج اپر ابن عباس کا ایک اثر نقل کیا ہے جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حیات اور دفع الی السماء کے بارے میں نص صریح ہے ہم اس کو ہدیہ ناظرین کرتے ہیں وہ ہوا ہے۔

ابن عباس فرماتے ہیں کہ موسیٰ علیہ السلام اور عیسیٰ علیہ السلام کے درمیانی زمانہ ایس سو سال ہے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زمانہ حیات جس وقت اٹھائے گئے تو ان کی عمر شریف ۳۲ سال اور چھ ماہ کی تھی اور زمانہ نبوت تیس ماہ تھا اور اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو ان کے جسم سمیت اٹھایا اور ان عالیکہ وہ زندہ تھے اور آئندہ زمانہ میں پھر وہ دنیا کی طرف واپس آئیں گے اور بادشاہ ہوں گے۔ اور پھر چند روز بعد وفات پائیں گے۔

اخبرنا هشام بن محمد بن السائب عن ابيه عن ابى صالح عن ابن عباس قال كان بين موسى بن عمران وعيسى بن مريم الف سنة وتسعمائة الى ان قال وان عيسى صلى الله عليه وسلم حين سرفع كان ابن اثنتين وثلاثين سنة وستة اشهر وكانت نبوته ثلاثين شهرا وان الله سرفعه جده وانتهى الان وسيرجع

الی الدنیا فیکون ملکاً شراً

یموت کما یموت الناس کلہم

جیسے اور لوگ وفات پاتے ہیں۔

طبقات کبریٰ منہج المطبوعہ

بیدن (برسئی)

حضرت ابن عباسؓ کے اس قول سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا رفع،

الی السماء اور دوبارہ نزول صراحتہ معلوم ہو گیا۔ اس روایت میں ابن عباس

نے سیرج الی الدنیا کا لفظ استعمال فرمایا جو جمع سے مشتق جس کے معنی

واپسی کے ہیں یعنی جس طرح جسم عنصری کے ساتھ آسمان پر گئے تھے اسی جسم

کے ساتھ اسی طرح دوبارہ واپسی اور شریف آوردی ہوگی۔ خود بنفس

نفس وہ دنیا میں واپس شریف لائیں گے کوئی ان کا مثل اور شبیہ

نہیں آئے گا۔

خلاصہ کلام

یہ کہ اگر ابن عباسؓ سے متوفیک کی تفسیر میتک کے ساتھ منقول ہے

تو ان سے تقدیم و تاخیر بھی منقول ہے اور عیسیٰ علیہ السلام کا اسی جسم عنصری

کے ساتھ زندہ آسمان پر اٹھایا جاتا اور پھر قیامت کے قریب ان کا آسمان

سے نازل ہونا یہ بھی ابن عباسؓ سے مروی ہے۔

مرزا صاحب کو چاہیے کہ ابن عباسؓ کے ان اقوال صریحہ کو بھی تسلیم کریں۔

حالانکہ ان اقوال کی اسانید نہایت صحیح اور قوی ہیں اور متوفیک کی تفسیر جو

میتک سے مروی ہے اس کی سند ضعیف ہے۔

جواب دیگر

اور اگر بالفرض تسلیم کر لیا جائے کہ متوفیک کی تفسیر میت تک کے ساتھ صحیح ہے تو یہ کہیں گے کہ مرزا صاحب ازالۃ اللادام کے ص ۲۳ پر لکھتے ہیں کہ امانت کے حقیقی معنی صرف مارنا اور موت دینا نہیں بلکہ سلانا اور بہوش کرنا بھی اس میں داخل ہے۔ انتہی کلامہ

مرزا صاحب اس عبارت میں فقط اس امر کے مدعی نہیں کہ امانت کے معنی کبھی سلانے کے بھی آجاتے ہیں بلکہ اس کے مدعی ہیں کہ جس طرح مارنا اور موت دینا امانت کے حقیقی معنی ہیں اسی طرح سلانا اور بہوش کرنا بھی امانت کے حقیقی معنی ہیں۔ لہذا جب مرزا صاحب کے نزدیک امانت کے حقیقی معنی سلانے کے بھی ہیں تو ابن عباس کی تفسیر میت تک میں اگر امانت سے سلانے کے معنی مراد لیے جائیں تو کوئی مضائقہ نہیں۔ اس لیے کہ مرزا صاحب کے نزدیک یہ معنی بھی حقیقی ہیں اور آیت کا مطلب یہ ہوگا کہ بندہ کی حالت میں آسمان پر اٹھائے گئے۔ جیسا کہ ربیع سے منقول ہے اور حدیث میں بھی امانت بمعنی امانت یعنی سلانے کے معنی میں آیا ہے الحمد للہ الذی احیانا بعد ما اماننا والیہ النشور

اقوال مفسرین

گذشتہ تفصیل کے بعد اب کسی مزید توضیح کی ضرورت نہیں۔ مگر چونکہ توفی

کے استعمالات مختلف ہیں اس لیے حضرات مفسرین سے اس آیت کی توجیہات منقول ہیں ہم ان توجیہات کو نقل کر کے یہ بتلانا اور دکھانا چاہتے ہیں کہ تمام مفسرین سلف اور خلف اس پر متفق ہیں کہ عیسیٰ علیہ السلام مجید العنصری زندہ آسمان پر اٹھائے گئے۔ آیت شریفی کی توجیہات اور تفسیری تعبیرات میں اگرچہ نظام اختلاف ہے لیکن رفع الی السماء پر سب متفق ہیں اس میں کسی کو اختلاف نہیں ہے۔

عبارتینا فتی وحسنک واحد

وکل الی ذاک اجمال یُشیر

ہماری تفسیرات مختلف ہیں اور تیرا حسن ایک ہے سب کا اشارہ اسی

اسی ایک حسن کی طرف ہے

قول اول

توفی سے استیفاء اور استکمال کے معنی مراد ہیں اور استیفاء اور استکمال سے عمر کا اتمام مراد ہے۔ اور مطلب آیت کا یہ ہے کہ اے عیسیٰ تم دشمنوں سے گھبراؤ نہیں یہ قتل اور صلب سے تمہاری عمر ختم کرنا چاہتے ہیں یہ سب ناکام رہیں گے۔ میں تمہاری عمر پوری کروں گا اور اس وقت میں تم کو آسمان پر اٹھاؤں گا چنانچہ امام رازی فرماتے ہیں :-

الاول معنی قوله انی متوفیک

انی متوفیک کے معنی یہ ہیں کہ اے

ای الی مقم عمرک فحینئذ

عیسیٰ میں تیری عمر پوری کروں گا۔ کوئی شخص

تجکو قتل کر کے تیری عمر قطع نہیں کر سکتا۔
 میں تجکو تیرے دشمنوں کے ہاتھ میں نہیں
 چھوڑوں گا کہ وہ تجکو قتل کر سکیں بلکہ
 میں تجکو آسمان پر اٹھاؤں گا اور اپنے
 فرشتوں میں رکھوں گا۔ امام رازی فرماتے
 ہیں کہ یہ معنی نہایت عمدہ ہیں۔

اتوفاك فلا اتركهم
 حتى يقتلوك بل انا
 سرافعك الى السماء ومقربك
 بملائكتي واصونك
 عن ان يتمكنوا من
 قتلك وهذا تاويل حسن

تفسیر کبیر ص ۲۸۱ ج ۲

اور اسی معنی کو علامہ زنجشیری نے تفسیر کشاف میں ذکر کیا ہے اور اس معنی کو
 کلام اپنے حال پر ہے۔ کلام میں کوئی تقدیم و تاخیر نہیں۔ تو فی کے معنی ان تمام عمر کے
 ہیں جو ابتداء کے عمر سے لے کر اخیر عمر تک صادق ہیں اسی درمیان میں رفع الی السماء
 ہوا اور اسی درمیان میں نزول ہوگا اور وقت پر وفات ہوگی۔ اس طرح عمر شریف
 پوری ہوگی۔

عنه قال الزنجشیری الی متوفیک ای مستوفی اجلك ومعناه او عاصمك من
 ان يقتلك الكفار مؤخرک الی اجل کتبتك وممیتك حتف انفلت کا
 قتلا باید بھراہ ففسرہ بمادۃ من باب الاستفعال وقوله ومعناه الخیرین
 حاصل المقام وما جرى فی سلسلۃ الواقعة لا تفسیرہ لفظیا فانہ عرض
 فیہ بعد ولعمیرہ ان یکون تفسیرہ ابتداء حیث قال وممیتک فی وقتک
 بعد النزول من السماء وسرافعک الان۔ وقد عدل اللہ عن لفظ الاماتۃ
 لثزیباده ویواجه عیسیٰ بہ فی مقابله الیہود هل ذکر التنازل (بقیہ بر)

قول دوم

توفی سے قبض من الارض کے معنی مراد ہیں یعنی اسے عیسیٰ میں تم کو ان کافروں سے چھین کر پورا پورا اپنے قبضہ میں لے لوں گا جیسا کہ امام رازی قدس سرہ فرماتے ہیں :-

ان التوفی هو القبض	یعنی توفی کے معنی کسی شے پر پوری طرح
یقال دفانی فلان	قبضہ کر لینے کے ہیں جیسا کہ کہا جاتا
دراہمی و اوفیتہا کما	ہے کہ فلاں شخص نے میرے پورے
یقال سلو فلان الی	روپے دیدیے۔ اور میں نے اپنے
دراہمی و تسلمتہا	پورے روپے اُس سے وصول کر لیے۔

تفسیر کبیر ص ۲۸۱ ج ۲

آیت کے یہ معنی حسن بصری اور مطرود راق اور ابن جریر اور محمد بن حنفیہ بن زبیر سے منقول ہیں۔ اور امام ابن جریر طبری نے اسی معنی کو اختیار فرمایا ہے۔ اس معنی کو بھی آیت میں کوئی تقدیم و تاخیر نہیں۔ قول اول اور قول ثانی دونوں قولوں میں توفی کے معنی استیفاء اور استکمال ہی کے ہیں۔ فرق اتنا ہے کہ پہلے قول میں استیفاء سے اجل اور عمر کا اتمام اور اکمال مراد لیا گیا۔ اور دوسرے قول میں ایک شخص اور ایک ذات کا پورا پورا قبضہ میں لینا مراد لیا

والاستیفاء ثم لیجری ما یجری کل ہی مستکمل مداة العمر۔ و

مودا اذا انتہی اجلہ ۱۱ مشکلات القرآن ص ۱۳۳

گیا ہے۔ ایک جگہ استیفاء اجل ہے اور ایک جگہ استیفاء شخص اور استیفاء قبضہ ہے۔

قول سوم

توفی کے معنی اخذ الٰہی و انبیا کے ہیں یعنی کسی سے کو پورا پورا لے لینا۔ اور اس جگہ عیسیٰ علیہ السلام کو روح اور جسم دونوں کے ساتھ لے لینا مراد ہے۔ جیسا کہ امام رازی فرماتے ہیں:-

توفی کے معنی کسی شے کو پورا پورا اور نہ کچھ اجزائے لے لینے کے ہیں۔ چونکہ حق تعالیٰ کو معلوم تھا کہ بعض لوگوں کے دل ہیں یہ وسوسہ گزرے گا کہ شاید اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ کی صرف روح کو اٹھایا اس لیے متوفیک کا لفظ فرمایا تاکہ معلوم ہو جائے کہ عیسیٰ علیہ السلام روح اور جسم سمیت آسمان پر اٹھائے گئے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے دوسری جگہ فرمایا ہے **وَمَا يَضُرُّكَ مَا يُلْقَىٰ فِيهَا** تم کو ذرہ برابر نہیں پہونچا سکیں گے نہ روح کو نہ جسم کو۔

ان التوفی اخذ الٰہی و انبیا
ولما علم الله تعالى ان من
الناس من يخطر بباله
ان الهی رفع الله هو
سروحه لا جسدا لا ذکر هذا
الكلام ليدل على انه
عليه الصلوة والسلام
سرفع بتامه الى السماء
بروحه وبجسده ويدل
على صحة هذا التاويل
قوله تعالى وما يضرُّك من شئ

تفسیر کبیر ص ۲۸۱ ج ۲

قول چہم

تونی سے نوم کے معنی مراد ہیں یعنی سدا کرتم کو اپنی طرف اٹھاؤں گا کہ تم کو
خبر بھی نہ ہو کہ کیا ہوا اور آسمان اور فرشتوں ہی میں جا کر آنکھ کھلے گی۔ یہ قول ربیع بن
انس سے مروی ہے۔

قال الربیع بن انس المراد
بالتونی النوم وكان عیسیٰ
علیہ السلام قد نام فرغه
الله ناما الى السماء معناه
منیبت ورافعك الى كما
قال تعالى وهو الذی
یتورک باللیل

ربیع بن انس کہتے ہیں کہ تونی سے نوم
یعنی نیند کے معنی مراد ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے
حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو سونے کی
حالت میں آسمان پر اٹھایا جیسا کہ
هُوَ الَّذِی یَتَوَرَّکُمْ بِاللَّیْلِ اِس
آیت میں تونی سے نوم کے معنی مراد ہیں
تفسیر درنثور ج ۱ ص ۲۶ و معالم التنزیل و
تفسیر کبیر وغیرہ وغیرہ۔

قول پنجم

تونی سے نوبت کے معنی مراد ہیں جیسا کہ علی بن ابی طلحہ ابن عباس رضی اللہ
عنه سے توفیق کے معنی میت تک روایت کرتے ہیں۔
امام بغوی معالم التنزیل میں فرماتے ہیں کہ ابن عباس کی اس روایت کے
و مطلب ہو سکتے ہیں۔ ایک تو یہ کہ عیسیٰ علیہ السلام کو چند ساعت مردہ رکھا

اور پھر زندہ کر کے آسمان پر اٹھایا جیسا کہ محمد بن اسحاق اور وہب سے منقول ہے۔ اس
قول پر آیت میں کوئی تقدیم و تاخیر نہیں!

دوسرا مطلب وہ ہے جو ضحاک سے مروی ہے وہ یہ کہ آیت میں تقدیم و
تاخیر ہے اور معنی آیت کے یہ ہیں کہ :-

میں تجھ کو آسمان سے اترنے کے بعد

انی متوفیت بعد انزال

موت دوں گا۔

من السماء

کیا تقدیم و تاخیر تحریف ہے؟

مرزا صاحب ازالۃ الاولیاء ص ۲۲ ج ۲ و ص ۲۶ ج ۱ میں لکھتے ہیں۔
اگر کوئی کہے کہ رافعک مقدم اور متونیک موخر ہے سو ان یہودیوں کی طرح
تحریف ہے کہ جن پر بوجہ تحریف کے لعنت ہو چکی ہے۔ انتہی۔

جواب

تقدیم و تاخیر نہ قواعد عربیت کے خلاف ہے اور نہ فصاحت و بلاغت
میں خلل ہے بلکہ سب اوقات میں فصاحت اور عین بلاغت ہے۔ فصحا اور
بلغاء کے کلام میں شائع اور ذائع ہے۔ امام رازی قدس اللہ سرہ
فرماتے ہیں :-

ابن عباس کی تفسیر میں جو تقدیم و تاخیر

ومثلہ من التقدیم

التاخير كثير في القرآن
تفسير كبير ص ۲۸۱ ج ۲

آئی ہے اس قسم کی تقدیم و تاخیر قرآن
کریم میں کثیر ہے۔

اہم قرطبی اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں :-
قال جماعة من اهل المعاني
منهم الضحاك والفرء في

اس قول انی متوفیت و
سرافعت الی علی التقدیر
والتاخير كان الواو لا يوجب
الترتبة والمعنى انى سرافعت

اس علم کی ایک جماعت جن میں ضحاك
اور فراء بھی ہیں یہ کہتے ہیں کہ حق تعالیٰ کے
اس قول انی متوفیت ورافعتك
لائی میں تقدیم و تاخیر ہے اور اس میں کوئی
عرج اور مضائقہ نہیں۔ اس لیے کہ واو
ترتیب کو مقتضی نہیں اور معنی آیت کے

اسی دم طهرتك من الذين
كفروا ومتوفيت بعد ان
تنزل من السماء وكقوله تعالى
ولولا كلمة سبقت من
سربك لكان لزاما واجل
مسمى والتقدير ولولا كلمة
سبقت من سربك واجل

اس طرح ہیں کہ اس وقت نہ رفع ہوگا اور
توفی یعنی وفات بعد نزل کے ہوگی۔ اور
تقدیم و تاخیر کے نظائر قرآن کریم میں موجود
ہیں جیسا کہ وَلَوْلَا كَلِمَةٌ سَبَقَتْ مِنْ
سَرِّكَ لَكَانَ لِزَامًا وَاَجَلٌ مُّسَمًّى
اس آیت میں بھی تقدیم و تاخیر ہے۔ اصل
تقدیر عبارت اس طرح ہے وَلَوْلَا كَلِمَةٌ

سبقت من سربك واجل
سبقت من سربك واجل
سبقت من سربك واجل
سبقت من سربك واجل
سبقت من سربك واجل
سبقت من سربك واجل
سبقت من سربك واجل
سبقت من سربك واجل
سبقت من سربك واجل
سبقت من سربك واجل

سبقت من ربت واجل مسی یعنی
 وَأَجَلٌ مُّسَبَّحٌ بِكَ عَطْفٌ كَلِمَةٌ بِرَبِّهِ أَوَّلُ لُكَّانَ
 لِزَامًا دُونِ هِيَ كِي خَبْرٌ هِيَ شَاعِرٌ كِتَابٌ هِيَ
 اے مقام نخلہ تجھ پر اللہ کی رحمت اور سلام ہو
 اس شعر میں تقدیم و تاخیر ہے کہ السلام مؤخر ہے
 کہ جو معطوف علیہ ہے اور رحمت اللہ مقدم
 ہے جو معطوف ہے۔ قاعدہ کا مقتضی یہ ہے کہ
 معطوف علیہ مقدم ہو اور معطوف مؤخر ہو
 اور شعر میں معطوف یعنی درجۃ اللہ مقدم
 ہے اور معطوف علیہ یعنی السلام مؤخر ہے
 تفسیر قرطبی

اور اسی طرح اللہ تعالیٰ کے اس قول
 مَا هِيَ إِلَّا حَيَاتُنَا الدُّنْيَا نَمُوتُ
 وَنَحْيَىٰ فِي تَقْدِيمٍ وَتَاخِيرٍ هِيَ أَصْلُ كَلَامٍ
 نَحْيَىٰ وَنَمُوتُ هِيَ اس لیے کہ حیات مقدم
 ہے اور موت اس کے بعد ہے۔ مگر آیت
 میں موت مقدم ہے اور نحی مؤخر
 ہے۔

مسی لکان لزاما
 قال الشاعر
 أَلَا يَا خَلَّةَ مِنْ ذَاتِ عِرْقٍ
 عَلَيْكَ وَرَحْمَةُ السَّلَامِ
 تفسیر قرطبی
 ص ۲۹

وقال تعالى ما هي
 إِلَّا حَيَاتُنَا الدُّنْيَا
 نَمُوتُ وَنَحْيَىٰ فَقَالَتْ
 طَائِفَةٌ هُوَ مَقْدَمٌ وَ
 مَوْخَرٌ وَمَعْنَاهُ نَحْيَىٰ
 وَنَمُوتُ الْخ

لسان العرب

ص ۱۳۲ ج ۱۸

وقال تعالى حتى
تستانسوا وتسلموا قال
الفراء هذا مقدم
وموخر انما هي حتى
تسلموا وتستانسوا
السلام عليكم وادخل
لسان العرب
١١٢ ج ٤
اور حق تعالیٰ فرماتے ہیں کہ کسی کے گھر
میں داخل ہونے سے پہلے اجازت چاہو
اور سلام کرو۔ فراء کہتے ہیں کہ اس میں
تقدیم و تاخیر سے پہلے سلام ہے اور بعد
میں استیذان۔ اجازت حاصل کرنے کے
لیے اس طرح کنا چاہیے السلام علیکم
و ادخل۔ سلام ہو تم پر کیا میں اندر
آسکتا ہوں؟

بنی اسرائیل میں جو قتل کا واقعہ پیش آیا، قرآن کریم میں اس واقعہ کو دیکھو
لَاذُ قَتَلْتُمْ نَفْسًا فَادَّٰرَءُتُمْ بِهَا لَعْنَةً مِّنْ رَّبِّكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ
جو احکام صادر ہوئے ان کو پہلے بیان فرمایا۔ کما قال تعالیٰ اِنَّ اللّٰهَ يَآهَرُكُمْ
اَنْ تَتَنَّبَهُنَّ بِحُؤَابِقَرَةِ الْآيَاتِ۔ اور قرآن کریم میں واقعات کو بکثرت مقدم
و موخر بیان کیا گیا ہے۔

کما قال ابو حیان وقال بعض الناس التقديم والتاخير
حسن لان ذلك موجود في القران في الجملة وفي
الكلمات وفي كلام العرب واورد من ذلك
جملا من ذلك قصة نوح عليه السلام في اهلاك
قومه وقوله وقال اسكبوا في حكم من مات عنها
زوجهما بالتريص بالامر بعة الشهر وبتاع الى الحبول

اذنا بفتح مقدم ومنسوخ ومتاخر۔

لذانی البحر المحيط ص ۲۵۹ ج ۱

بطور نمونہ چند آیات پر اکتفا کیا ورنہ قرآن کریم ہی میں تقدیم و تاخیر کے صدہا نظائر موجود ہیں اور حدیث میں تو کوئی شمار نہیں۔ غرض یہ کہ تقدیم و تاخیر تحریف تو کیا ہوتی فصاحت و بلاغت کے بھی خلاف نہیں اور آیت تو فی میں تقدیم و تاخیر خود ابن عباس سے مروی ہے جیسا کہ تفسیر درمنثور میں مذکور ہے۔

مرزا صاحب بھی تقدیم و تاخیر کے قائل ہیں

مرزا صاحب مسیح ہندستان کے ۵۲ پر لکھتے ہیں "اور مطہرک کی پیشین گوئی میں یہ اشارہ ہے کہ ایک زمانہ آتا ہے کہ خدا تعالیٰ ان الزاموں سے مسیح کو پاک کرے گا اور وہ زمانہ یہی ہے (یعنی مرزا جی کا زمانہ) اہ۔ اس کا حاصل یہ ہے کہ حضرت مسیح سے جو تطہیر کا وعدہ تھا وہ مرزا جی کے زمانہ میں پورا ہوا اور جَعِلُ الَّذِينَ اتَّبَعُوكَ یعنی متبعین کے غالب کرنے کا وعدہ اس وعدہ سے بہت پہلے پورا ہو چکا ہے۔ اس لیے کہ واقعہ صلیب کے تین سو سال بعد عیسائیوں کی سلطنت قائم ہو گئی تھی اور متبعین کے غلبہ کا وعدہ پورا ہو گیا تھا۔ لہذا مرزا جی کے قول پر آیت میں تقدیم و

تاخیر لازم آئی۔ اس لیے کہ متبعین کے غالب کرنے کا وعدہ جو آیت میں وعدہ
تطہیر کے بعد مذکور ہے وہ تو پہلے پورا ہوا اور وعدہ تطہیر جو پہلے مذکور ہے وہ
مرزا جی کے زمانہ میں انیس سو سال کے بعد پورا ہوا۔

فائدہ متعلقہ آیت مائدہ

جب یہ ثابت ہو گیا کہ تونی کے حقیقی معنی استیفاء اور استکمال اور
اخذ الشئ وافیاء یعنی کسی شے کو پورا پورا لینے کے ہیں، اور اِنِّی مُتَوَقِّئُکَ
وَسَرَّ اِفْعَلَ اِلَیَّیْنِ تونی سے موت کے معنی مراد نہیں بلکہ تونی سے رفع
آسمانی مراد ہے۔ تو اسی طرح سورہ مائدہ کی آیت تونی کو سمجھیے کہ وہاں بھی
تونی سے رفع الی السماء ہی مراد ہے اور فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِي کے معنی فَلَمَّا
رَفَعْتَنِي اِلَی السَّمَاءِ کے ہیں۔ چنانچہ تمام معتبر تفاسیر میں تَوَفَّيْتَنِي
کی تفسیر من رفعتنی کے ساتھ مذکور ہے۔ چند تفاسیر کے حوالہ پر اکتفا
کرتے ہیں۔

جیسا کہ تفسیر ابن جریر اور ابن کثیر اور درمنثور میں ہے۔ امام راہزی تفسیر
کبیر ص ۶۰ ج ۳ میں لکھتے ہیں فلما توفیتنی المراد بوفاة السر رفع
الی السماء لہ اور تفسیر ابوالسعود ص ۱۰ ج ۳ و سر افعلت الی فان
التونی اخذ الشئ وافیاء اور اسی طرح تفسیر بیضاوی ص ۱ اور معالم
التنزیل ص ۱ ج ۱ اور مدارک التنزیل ص ۲۲۲ ج ۱ اور تفسیر فاضل ص ۱۰

و تفسیر روح المعانی ص ۱۰۹

الغرض ان تمام تفاسیر میں صراحتہً اس کی تصریح ہے کہ ثونی سے رفع الی
السماء مراد ہے۔ اور بالفرض اگر تسلیم کر لیا جائے کہ آیت ماندہ میں ثونی سے کنایۃً
موت مراد لی گئی ہے تب بھی مرزا صاحب کا مدعا ثابت نہیں ہو سکتا۔ اس لیے
کہ اس آیت میں اُس وفات کا ذکر ہے جو بعد از نزول قیامت سے پہلے
ہوگی۔ کیونکہ آیت کا تمام سیاق و سباق اس بات پر شاہد ہے کہ یہ تمام
واقعات کوئی گذشتہ واقعہ نہیں بلکہ مستقبل یعنی قیامت کا واقعہ ہے اور قیامت
سے پہلے ہم بھی وفات مسیح کے قائل ہیں جیسا کہ یَوْمَ یَجْعَعُ اللّٰهُ الشُّرٰسِلَ
الْخٰوِرِ هٰذَا یَوْمٌ یَنْفَعُ الصّٰدِقِیْنَ صِدْقُهُمْ اور وَ لَیْسَ اَمَّ
الْقِیَمَةِ یَکُوْنُ عَلَیْهِمْ شَہِیْدًا اہ سے صاف ظاہر ہے۔ تفسیر درمنثور
ص ۳۲۹ ج ۲ میں ہے:-

اخرج عبد الرزاق وابن ابی حاتم عن قتادة في قوله
وانت قلت للناس اتخذوني واخي الهين من
دون الله متى يكون ذلك قال يوم القيمة الا ترى
انه يقول يوم ينفع الصادقين-

ترجمہ:- عبد الرزاق اور ابن جریر اور ابن ابی حاتم نے قتادہ سے نقل کیا کہ قتادہ
سے اَنْتَ قُلْتَ لِلنَّاسِ اتَّخِذُوْنِي وَاخِي الْهَيْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ کے متعلق دریافت کیا
گیا کہ یہ واقعہ کب ہوگا؟ تو یہ فرمایا کہ قیامت کے دن ہوگا، جیسا کہ ہٰذَا
یَوْمٌ یَنْفَعُ الصّٰدِقِیْنَ سے صاف معلوم ہوتا ہے۔

بلکہ بعض مرفوع احادیث میں بھی اس کی تصریح موجود ہے کہ یہ واقعہ قیامت کا ہے۔

سروی ابن عساکر عن ابی موسیٰ الاشعری قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا کان یوم القيمة یدعی بالانبیاء واماہم ثم یدعی بعیسیٰ فیذکرہ نعمتہ علیہ فیقر بہا فیقول بعیسیٰ ذکر نعمتی علیک وعلی والذاتک الآیۃ ثم یقول انت قلت للناس اتخذونی واهل الہین من دون اللہ۔ فینکران یكون قال ذلک الحدیث

تفسیر ابن کثیر ص ۲۸۱ ج ۳

ترجمہ :- ابو موسیٰ اشعری روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ قیامت کے دن انبیاء اور ان کی امتوں کو بلا یا جائے گا۔ پھر حضرت عیسیٰ کو بلا یا جائے گا۔ حق تعالیٰ حضرت عیسیٰ کو اپنے قریب بلا کر یہ فرمائیں گے کہ تم ہی نے کہا تھا کہ مجھ اور میری ماں کو خدا بناؤ۔ عیسیٰ علیہ السلام انکار فرمائیں گے کہ معاذ اللہ میں نے سرگز نہیں کہا۔

واخرجه ابن مردويه عن جابر عبد الله انه سمع النبي صلی اللہ علیہ وسلم یقول اذا کان یوم القيمة جمعت الامم ودعا کل اناس بامامہم قال و یدعی عیسیٰ فیقول بعیسیٰ یعیسیٰ انت قلت للناس

اتخذونی داعی الہین من دون اللہ۔ فیقول
 سبحانک ما یكون لی ان اقول ما لیس لی بحق
 الی قولہ یوم ینفع الصداقین۔ تفسیر درمنثور ج ۲
 اس حدیث شریف کا ترجمہ تقریباً وہی ہے جو کہ پہلی حدیث کا ہے۔ ابو
 موسیٰ اشعری کی حدیث کی طرح جابر بن عبد اللہ کی اس روایت میں بھی اس
 امر کی تصریح موجود ہے کہ قیامت کے دن علیہ السلام سے یہ دریافت
 کیا جائے گا۔

مرزا جی جس موت کے مدعی ہیں وہ کسی لفظ سے بھی ثابت نہیں ہوتی
 مرزا جی کا دعویٰ تو یہ ہے کہ حضرت مسیح واقعہ صلیب کے بعد شہر تشریف
 لے گئے اور ستاسی سال زندہ رہ کر شہر سری نگر کے محلہ خان یار میں مدفون ہوئے
 یہ نہ کسی حدیث سے ثابت ہے نہ کسی حدیث سے۔ اور نہ کسی صحابی اور تابعی
 بلکہ کسی معتبر عالم کے قول سے بھی ثابت نہیں۔ ممکن ہے کہ یہ بھی اسی کنہیا لال
 اور مراری لال اندر روشن لال سے منقول ہو کہ جنہوں نے کریم بخش کے عبادت
 ہونے کی گواہی دی ہے۔

مرزا جی ازالۃ الاہام ص ۷۸ میں لکھتے ہیں کہ کریم بخش روایت کرتے
 ہیں کہ گلاب شاہ مجذوب نے بیس برس پہلے مجھ کو کہا کہ اب علیٰ جو ان
 ہو گیا ہے اور لہو سیاہ میں آ کر قرآن کی غلطیاں نکالے گا۔ پھر کریم بخش کی تعدیل
 بہت سے گواہوں سے کی گئی جن میں خیراتی بوٹا، کنہیا لال، مراری لال، روشن
 لال، گنیشاں وغیرہ ہیں۔ اور گواہی یہ ہے کہ کریم بخش کا جھوٹ کبھی ثابت

نہیں ہوا۔ انتہی الکلام المرزا الغلام

ائمہ حدیث جب کسی راوی کی توثیق اور تعدیل نقل کرتے ہیں تو احمد بن حنبل

اور یحییٰ بن یحییٰ کا نام مبارک پیش کر دیتے ہیں۔ مرزا جی کو جب کریم بخش کی روایت

کی تعدیل کی ضرورت پیش آئی تو کنہیا لال اور مراری لال کی تعدیل پیش کی۔

ناظرین کرام تعجب نہ فرمائیں۔ نبی کا ذب کے سلسلہ روایت کے لیے کنہیا

لال اور مراری لال ہی جیسے راوی مناسب اور ضروری ہیں۔ مرزا جی بھی معذور

ہیں اپنی مسیحیت کی گواہی میں آفرس کو پیش کریں؟ حضرات محدثین کے

نزدیک مالک عن نافع عن ابن عمر یہ سلسلہ الذہب کے نام سے

موسوم ہے۔ یہ سلسلہ الذہب تو حضرات محدثین کا ہے۔ اور مرزا صاحب کا

سلسلہ الذہب یہ ہے کہ جو حضرات ناظرین نے پڑھا۔ یعنی کنہیا لال اور

مراری لال اور روشن لال۔

اے مرزا نیو! تمہیں کیا ہوا؟ مالک اور نافع اور ابن عمر کی روایت تو

تمہاری نظر میں غیر معتبر ہو گئی اور مرزا اور مراری لال اور کنہیا لال اور روشن

لال کی اور اس قسم کے پاگل دہس لوگوں کی بگو اس معتبر ہو گئی۔ مع

بریں عقل و دانش بباہر گریست

ایک دم اور اس کا ازالہ

مرزا صاحب ازالہ الاولیاء ص ۶۰۲ پر لکھتے ہیں:۔

”تجرب ہے کہ اس قدر تاویلات رکیزہ کرنے سے ذرا ہی نہیں شرم کرتے
 وہ نہیں سوچتے کہ آیت فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِي سے پہلے یہ آیت ہے وَرَآدُ
 قَالَ اللَّهُ يُعِيسِي ابْنِ مَرْيَمَ أَنْتَ قُلْتَ يَلْمِزُنَا وَرَآدُ اور
 ظاہر ہے کہ قال کا صیغہ ماضی کا ہے اور اس کے اول اذ موجود ہے جو خانہ
 واسطے ماضی کے آتا ہے جس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ یہ قصہ وقت نزول
 آیت زمانہ ماضی کا ہے۔ ایک قصہ تھا زمانہ استقبال کا۔ اور پھر ایسا ہی جو
 جواب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف سے ہے یعنی فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِي وہ بھی
 صیغہ ماضی ہے۔ انتہی کلام الغلام۔“

جواب

یہ ہے کہ مرزا جی اس کے بعد حکم نمبر ۲۲۔ مورخہ ۲۰ ربیع الثانی ۱۳۲۳ھ
 طاعون کی پیشین گوئی کی نسبت لکھتے ہیں کہ ”مجھے خدا کی طرف سے
 وحی ہوئی :-“

عفت اللدایا سر محلہا ومقامہا

یعنی اس کا ایک حصہ مٹ جائے گا جو عمارت میں ہیں نابود ہو جائیں گی
 اس پر اعتراض ہوا کہ یہ مصرع بقید کا ہے اس نے گزشتہ زمانہ کی خبر دی ہے
 کہ خاص خاص مقام ویران ہو گئے۔

اس کا جواب خود یہ تحریر فرماتے ہیں کہ جس شخص نے کافیہ یا ہدایۃ النجوبی،

معلوم ہوتا ہے کہ مرزا جی نے کافیہ اور ہدایۃ النجوبی میں نہیں ہے۔ (بقیہ بر ص ۱۱۴)

پڑھی ہوگی وہ خوب جانتا ہے کہ ماضی مضارع کے معنی پر بھی آجاتی ہے بلکہ
ایسے مقامات میں جب کہ آنے والا واقعہ متکلم کی نگاہ میں یقینی الوقوع ہو مضارع
کو ماضی کے صیغہ پر لاتے ہیں تاکہ اس امر کا یقینی الوقوع ہونا ظاہر ہو جیسا کہ
اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَنُفِخَ فِي الصُّورِ - وَإِذْ قَالَ اللَّهُ يُعِيسِي
بْنِ مَرْيَمَ إِذْ نَسَتْ لِإِنَّمَا أَنتَ قُلْتَ لِلنَّاسِ اتَّخِذُوا مِنِّي وَآلِيَّ الْهَيْئَ
مِنْ دُونِ اللَّهِ - وَلَوْ تَرَى إِذْ وَقَفُوا عَلَىٰ رَبِّهِمْ وَغِيْره
اب معترض صاحب فرماتے ہیں کہ کیا قرآنی آیات ماضی کے صیغے ہیں یا مضارع
کے۔ اور اگر ماضی کے صیغے ہیں تو ان کے معنی اس جگہ مضارع کے ہیں یا ماضی
کے۔ جھوٹ بولنے کی سزا تو اس قدر کافی ہے کہ آپکا جملہ تشریحی پر نہیں
بلکہ یہ تو قرآن پر بھی ہو گیا۔ گویا صرف و نحو آپ کو معلوم ہے خدا کو معلوم نہیں اس
وجہ سے خالیے جا بجا غلطیاں کھائیں اور مضارع کی جگہ ماضی کو لکھ دیا۔ انتہی
الکلام المرزا الغلام۔

ناظرین انصاف فرمائیں کہ جس آیت پر یعنی إِذْ قَالَ اللَّهُ پر مشدود
سے یہ دعویٰ تھا کہ یہ قصہ ماضی ہے پھر اسی کی نسبت یہ دعویٰ کر دیا کہ مضارع
کے معنی میں ہے تاکہ پیشین گوئی غلط نہ ہونے پائے۔

اور عفت الدیار محلہا ومقامہا پر جو اعتراض تھا اس سے
سبک دوش ہو جائیں۔ حالانکہ مرزا جی اولیٰ بار ذرا بھی قرآن عزیز میں

(بقیہ صفحہ گذشتہ) کیا وہ شخص جو اپنے زعم میں تمام اولین اور آخرین سے علم میں بڑھا ہوا
ہو اس کو بھی کافیہ اور ہدایتہ النجیہ پڑھنے کی ضرورت ہے؟

غور کر لیتے تو یہ ہرگز نہ کہتے جیسا کہ بعد میں ہوش میں آہی گئے کہ از ہمیشہ ما صلی
 کے لیے نہیں ہوتا۔ کیونکہ قرآن عزیز میں وَلَوْ تَرَىٰ اِذْ يَتَوَفَّى الْكَافِرِيْنَ
 كَفْرًا وَالْمَلٰٓئِكَةُ سَوۡاۗءٌ ۙ وَلَوْ تَرَىٰ اِذِ الظّٰلِمُوْنَ مَوْقُوۡنًا عِنۡدَٰ رَبِّہِمۡ
 ان آیات میں ہر جگہ لفظ اذ موجود ہے۔ حالانکہ واقعہ سب جگہ مستقبل یعنی
 قیامت ہی کا ہے۔

حیاتِ عیسیٰ علیہ السلام کی

چوتھی دیسیل

قَالَ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ

وَاِنَّكَ لَعَلَّمٌ لِلۡسَاعَةِ فَلَا يَمۡتَرَنَّ بِهَا وَا
 اتَّبِعُوۡنَ هٰذَا صِرَاطًا مُّسْتَقِيۡمًا ۙ وَلَا
 يَصُدُّۡكُمْ الشَّيۡطٰنُ اِنَّهٗ لَكُمۡ عَدُوٌّ مُّبِيۡنٌ ۙ

(ترجمہ) اور تحقیق وہ یعنی عیسیٰ علیہ السلام بلاشبہ علامت ہیں قیامت کی۔
 پس اس بارے میں تم ذرہ برابر شک اور تردد نہ کرو اور اے محمد! آپ کہہ
 دیجئے کہ اس بارے میں صرف میری پیروی کرو یہی سیدھا راستہ ہے کہیں
 شیطان تم کو اس راہِ راست سے نہ روک دے۔ تحقیق وہ تمہارا اکلادین ہے

معلوم ہوا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کو ماننا ہی سیدھا راستہ ہے اور جو اس سے روکے وہ شیطان ہے۔

امام جلیل و کبیر حافظ عماد الدین بن کثیر فرماتے ہیں کہ اِنَّكَ لَعَلَّمْتَ تِلْسَاعَةَ سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا قیامت کے قریب آسمان سے نازل ہونا مراد ہے جیسا کہ عبدالقادر بن عباس اور ابو ہریرہ اور مجاہد اور ابو العالیہ اور ابو مالک اور عکرمہ اور حسن بصری اور قتادہ اور ضحاک وغیرہم سے منقول ہے۔ جیسا کہ وَرَانَ مِنْ اَهْلِ الْكِتَابِ اِلَّا لِيُؤْمِنَنَّ بِهِ قَبْلَ مَوْتِهِ اور احادیث متواترہ سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نزول قبل از

قیامت ثابت اور محقق ہے تفسیر ابن کثیر ص ۱۴۶ ج ۹

معلوم ہوا کہ جو شخص حضرت مسیح بن مریم کے آسمان سے نازل ہونے کو قیامت کی علامت نہ سمجھے وہ شیطان ہے۔ تم سیدھے راستے سے روکنا چاہتا ہے اور تمہارا اگلا دشمن ہے۔ اس کے کہنے میں ہرگز نہ آنا۔

حیاتِ عیسیٰ علیہ السلام کی

پانچویں دلیل

قال الامام احمد حدثنا عفان ثنا همام ابن اسنا
قتادة عن عبد الرحمن عن ابی هريرة ان النبي

صلی اللہ علیہ وسلم قال الا نبیاء اخوة لعائلات
 امہا تہر شتی و دینہم واحد وانی اولی الناس
 بعیسی بن مریم لانه لم یکن نبی بینی و بینہما و
 انه نازل فاذا امر ایتھم فاعرفوہ من رجل مر بوجع
 الی الکھرة و البیاض علیہ ثوبان مصران کان
 راسہ یقطر و ان لم یصیب بلل فیدق الصلیب
 ویقتل الخنزیر ویضع الجزیة و یدعو الناس
 الی الاسلام و یهلك اللہ فی زمانہ الملل کلھا الا
 الاسلام و یهلك اللہ فی زمانہ المسیح الدجال
 ثم تقع الامانة علی الارض حتی ترتفع الاسود مع
 الابل و الخمار مع البقر و الذئب مع الغنم و
 یلعب الصبیان بلعجیات لا تضرہم فیہم کث
 اربعین سنة ثم یتوفی و یصلی علی المسلمون و
 کذا سر و الہ ابوداؤد و کذا فی تفسیر ابن کثیر ص ۲۱۶
 وقال الحافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ سر و ابوداؤد و
 احمد یاسناد صحیح۔ فتح الباری ص ۲۵۷ ج ۶

ترجمہ

امام احمد بن حنبلؒ اپنی سند میں ابو ہریرہ سے روایت کرتے ہیں کہ
 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تمام انبیاء علاتی

بھائی ہیں۔ مائیں مختلف یعنی شریعتیں مختلف ہیں اور دین یعنی
اصول شریعت کا سب کا ایک ہے اور میں عیسیٰ علیہ السلام
کے ساتھ سب سے زیادہ قریب ہوں اس لیے کہ میرے اور
ان کے درمیان کوئی نبی نہیں۔ وہ نازل ہوں گے۔ جب ان کو
دیکھو تو پہچان لینا۔ وہ میانہ قد ہوں گے، رنگ ان کا سرخ اور
سفیدی کے درمیان ہوگا۔ ان پر دو رنگے ہونے کی پڑے ہوں گے
سر کی پستان ہوگی کہ گویا اس سے پانی ٹپک رہا ہے۔ اگرچہ
اس کو کسی قسم کی تری نہیں پہنچی ہوگی، صلیب کو توڑیں گے
جز یہ کواٹھائیں گے۔ سب کو اسلام کی طرف بلائیں گے۔
اللہ تعالیٰ ان کے زمانہ میں سوائے اسلام کے تمام مذاہب کو
نیست و نابود کر دے گا اور اللہ تعالیٰ ان کے زمانہ میں مسیح و جال کو
قتل کرانے گا۔ پھر تمام روئے زمین پر ایسا امن ہو جائے گا کہ شیر
اونٹ کے ساتھ اور چیتے گائے کے ساتھ اور بھیڑیے
بکریوں کے ساتھ چرنے لگیں گے اور بچے سانپوں کے ساتھ
کھیلنے لگیں گے۔ سانپ ان کو نقصان نہ پہنچائیں گے۔ عیسیٰ
علیہ السلام زمین پر چالیس سال ٹھہریں گے پھر وفات پائیں گے
اور مسلمان ان کے جنازہ کی نماز پڑھیں گے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی فتح الباری شرح صحیح بخاری میں فرماتے

ہیں کہ اس روایت کی اسناد صحیح ہیں۔

اس حدیث سے صاف ظاہر ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام کی ابھی وفات نہیں ہوئی۔ آسمان سے نازل ہونے کے بعد قیامت ہے پھر جب یہ تمام باتیں ظہور میں آجائیں گی تب وفات ہوگی۔

حیاتِ عیسیٰ علیہ السلام کی چھٹی دلیل

عن الحسن مرسل قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم لليهود ان عيسى لحرمت وانه سراجع اليكم قبل يوم القيمة .

انخرجه ابن كثير في تفسيره ال عمران ص ۲۰۳ ج ۲

امام حسن بصری سے مرسل روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہود سے ارشاد فرمایا کہ عیسیٰ علیہ السلام ابھی نہیں مرے وہ قیامت کے قریب ضرور لوٹ کر آئیں گے۔

اس حدیث میں راجع کا لفظ صراحتاً موجود ہے۔ جس کے معنی واپس آنے والے کے ہیں۔ محاورہ یہ لفظ اسی وقت استعمال ہوتا ہے کہ جب کوئی شخص کسی دوسری جگہ گیا ہو اور پھر وہاں سے واپس آئے۔

حیاتِ عیسیٰ علیہ السلام کی سائنسوں و مسائل

انام بہتشی کتاب الاسمار و الصفات و فیہ میں فرماتے ہیں :-
 اخبرنا ابو عبد اللہ الحافظ انا ابو بکر بن
 اسحاق انا احمد بن ابراہیم ثنا ابن بکیر
 ثنی اللیش عن یونس عن ابن شہاب عن نافع
 مولیٰ ابی قتادة الانصاری قال ان ابا ہریرة
 قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
 کیف انتم اذا نزل ابن ہریرہ من السماء فیکم
 و امامکم منکم۔ انتہی

ترجمہ

ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے
 ارشاد فرمایا کہ کیا حال ہوگا تمہارا کہ جب عیسیٰ بن مریم آسمان سے
 نازل ہوں گے اور تمہارا امام تم میں سے ہوگا۔ اور اسناد اس

روایت کی تصحیح میں۔

حیات عیسیٰ علیہ السلام کی

سہ طویل سیر انکھوں میں دیکھیں

وعن ابن عباس في حديث طويل قال قال
رسول الله صلى الله عليه وسلم فعند ذلك

ينزل عيسى بن مريم من السماء

اسحاق بن بشير كثر العمال ^{۲۶۸} ج ۷

ترجمہ

ابن عباس ایک طویل حدیث میں فرماتے ہیں کہ رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پس اس وقت عیسیٰ بن
مریم آسمان سے نازل ہوں گے۔

ان دونوں حدیثوں میں من السماء کا لفظ صراحتہ موجود ہے۔ یعنی عیسیٰ علیہ
السلام آسمان سے اتریں گے۔

حیات عیسیٰ علیہ السلام کی نوین دلیل

عن عبد اللہ بن عمرو قال قال رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم یُنزل عیسیٰ بن مریم الی
الارض فی تزویج ویولد لہ وہمکت خمسا
وامر بعین سنة شرمیوت فیدفن معی فی
قبر فاقوم انا وعیسیٰ بن مریم فی قبر واحد
بین ابی بکر وعمر۔

رواہ الجوزی فی کتاب الوفاء (کتاب الاذاحمۃ)

ترجمہ

عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ زمانہ آئندہ میں عیسیٰ علیہ السلام
زمین پر اتریں گے اس سے صاف ظاہر ہے کہ حضرت عیسیٰ اس
سے پیشتر زمین پر نہ تھے بلکہ زمین کے بالمقابل آسمان پر تھے۔

اور میرے قریب مدفون ہوں گے۔ قیامت کے دن میں مسیح بن
مریم کے ساتھ اور ابوبکر و عمر کے درمیان قبر سے اٹھوں گا۔
اس حدیث کو ابن جوزی نے کتاب الوفا میں روایت کیا۔

جیاتی عیسیٰ علیہ السلام کی دسویں دلیل

حدیثی المثنیٰ ثنا اسحاق ثنا ابن ابی جعفر عن ابیہ
عن الربیع فی قولہ تعالیٰ السوا اللہ لا الہ الا ہو
الحی القيوم قال ان النصارى اتوا رسول اللہ صلو
اللہ علیہ وسلم فخاصموہ فی عیسیٰ بن مریم
وقالوا لہ من ابوہ وقالوا علی اللہ الکذب
والبہتان لا الہ الا ہو لویتخذ صاحبۃ ولا ولدا
فقال لہم النبی صلی اللہ علیہ وسلم الستم
تعلمون انہ لا یکون ولدا لا ہویشبہ اباہ قالوا
بلی قال الستم تعلمون ان ربنا حی لا یموت وان
عیسیٰ یاتی علیہ العناہ قالوا بلی قال الستم تعلمون

ان ربنا قیوم علی کل شیء بکلوه و یحفظہ و یرزقہ
 قالوا بلی قال فهل یمیک عیسی من ذلك شیئا
 قالوا لا قال افلستم تعلمون ان الله عز وجل
 لا یخفی علیہ شیء فی الارض ولا فی السماء قالوا
 بلی قال فهل یعلم عیسی من ذلك شیئا الا ما
 اعلم قالوا لا قال فان ربنا صور عیسی فی الرحم
 کیف شاء فهل تعلمون ذلك قالوا بلی قال
 انتم تعلمون ان ربنا لا یأکل الطعام ولا یشرب
 المشراب ولا یحدث الحدیث قالوا بلی قال انتم
 تعلمون ان عیسی حملتہ امرأة كما تحمیل المرأة
 ثم وضعتہ كما تضع المرأة ولدها ثم غدی كما
 یغدی الصبی ثم کان یطعمہ و یشرب المشراب
 و یحدث الحدیث قالوا بلی قال فکیف یکون
 هذا الما زعمتم قال فعرفوا ثم ابوا فانزل الله
 عز وجل الما زعمتم قالوا لا اله الا هو الکی القیوم

تفسیر ابن جریر ج ۳

ترجمہ

ربیع سے ام المشرکات لاله الاہوا کی القیوم کی تفسیر میں منقول ہے

کہ جب نصارائی نجران نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور حضرت مسیح علیہ السلام کی الوہیت کے بارے میں آپ سے مناظرہ اور مکالمہ شروع کیا اور یہ کہا کہ اگر حضرت مسیح ابن اللہ نہیں تو پھر ان کا باپ کون ہے حالانکہ وہ خدا کا لاشریک بیوی اور اولاد سے پاک اور منزہ ہے تو ان حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے یہ ارشاد فرمایا کہ تم کو خوب معلوم ہے کہ بیٹا باپ کے مشابہ ہوتا ہے۔ انہوں نے کہا کیوں نہیں بے شک ایسا ہی ہوتا ہے (یعنی جب یہ تسلیم ہو گیا کہ بیٹا باپ کے مشابہ ہوتا ہے تو اس قاعدہ سے حضرت مسیح بھی خدا کے مماثل اور مشابہ ہونے چاہئیں حالانکہ سب کو معلوم ہے کہ خدا بے مثل ہے اور بے چون و چلون ہے لیسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ وَهُوَ وَكُودٌ يَكُنْ لَهُ كُفُوًا أَحَدٌ)

آل حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم کو معلوم ہے کہ ہمارا پیروردگار وحی لایموت ہے یعنی زندہ ہے کبھی نہ مرے گا اور عیسیٰ علیہ السلام پر موت اور فنا گنے والی ہے۔ (اس جواب سے صاف ظاہر ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام ابھی زندہ ہیں مرے نہیں۔ بلکہ زمانہ آئندہ میں ان پر موت آئے گی، نصارائے نجران نے کہا بے شک صحیح ہے۔ آپ نے فرمایا کہ تم کو معلوم ہے کہ ہمارا پیروردگار ہر چیز کا قائم رکھنے والا، تمام عالم کا نگہبان اور محافظ اور سب کا

رزاق ہے۔ نصاریٰ نے کہا بے شک۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ عیسیٰ علیہ السلام بھی کیا ان چیزوں کے مالک ہیں؟ نصاریٰ نے کہا نہیں۔ آپ نے ارشاد فرمایا تم کو معلوم ہے کہ اللہ پر زمین اور آسمان کی کوئی شے پوشیدہ نہیں۔ نصاریٰ نے کہا نہیں۔ آپ نے ارشاد فرمایا کیا عیسیٰ کی بھی یہی شان ہے؟ نصاریٰ نے کہا نہیں آپ نے ارشاد فرمایا کہ تم کو معلوم ہے کہ اللہ نے حضرت عیسیٰ کو رحم مادر میں جس طرح چاہا بنایا۔ نصاریٰ نے کہا ہاں۔ آپ نے فرمایا کہ تم کو خوب معلوم ہے کہ اللہ نے کھانا کھاتا ہے نہ پانی پیتا ہے اور نہ بول و براز کرتا ہے۔ نصاریٰ نے کہا بے شک۔ آپ نے فرمایا کہ تم کو معلوم ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام سے اور عورتوں کی طرح ان کی والدہ مطہرہ حاملہ ہوئیں اور پھر مریم صدیقہ نے ان کو جنا۔ جس طرح عورتیں بچوں کو جنا کرتی ہیں۔ پھر عیسیٰ علیہ السلام کو بچوں کی طرح غذا بھی دی گئی۔ حضرت مسیح کھاتے بھی پیتے بھی اور بول و براز بھی کرتے تھے۔ نصاریٰ نے کہا بے شک ایسا ہی ہے۔ آپ نے فرمایا کہ پھر عیسیٰ علیہ السلام کو عارض خدا کے بیٹے ہو سکتے ہیں؟

نصاریٰ نے نجران نے حق کو خوب پہچان لیا مگر ویرہ و دانستہ اتباع حق سے انکار کیا۔ اللہ عزوجل نے اس بارے میں یہ آیتیں نازل فرمائیں اللہ لا الہ الا ہوا نوحی القیوم۔

ایک ضروری تندیہ

ان تمام احادیث اور روایات سے یہ امر بخوبی واضح ہو گیا کہ احادیث میں مسیح کے نزول کی خبر دی گئی اس سے وہی مسیح مراد ہے جس کا ذکر قرآن کریم میں ہے یعنی وہی مسیح مراد ہیں کہ جو حضرت مریم کے بطن سے بلا باپ کے نفخہ جبرئیل سے پیدا ہوئے اور جن پر اللہ نے انجیل اتاری۔ معاذ اللہ نزول سے مستبعد یہ ہیں سے کسی دوسرے شخص کا پیدا ہونا مراد نہیں کہ جو عیسیٰ علیہ السلام کا مثل ہو۔ ورنہ اگر احادیث نزول مسیح سے کسی مثل مسیح کا پیدا ہونا مراد ہوتا تو بیان نزول کے وقت آن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور ابو ہریرہؓ کا آیت کو بطور استشہاد تلاوت کرنے کا کیا مطلب ہوگا؟ معاذ اللہ اگر احادیث نزول میں مثل مسیح اور مرزا جی کا نادیاں میں پیدا ہونا مراد ہے تو لازم آئے گا کہ قرآن کریم میں جہاں کہیں مسیح کا ذکر آیا ہے سب جگہ مثل مسیح اور مرزا صاحب ہی مراد ہوں۔ اس لیے کہ آن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نزول مسیح کو ذکر فرما کر بطور استشہاد آیت کو تلاوت کرنا اس امر کی صریح دلیل ہے کہ حضورؐ کا مقصود انھیں مسیح بن مریم کے نزول کو بیان کرنا ہے جن کے بارے میں یہ آیت آتری، کوئی دوسرا مسیح مراد نہیں۔ اور علیٰ ہذا اہم بخاری اور دیگر ائمہ احادیث کا احادیث نزول کے ساتھ سورہ مریم اور آل عمران اور سورہ نساء کی آیات کو ذکر کرنا اس امر کی صریح دلیل ہے کہ احادیث میں ان ہی مسیح بن مریم کا

نزول مراد ہے کہ جن کی توفی (اٹھائے جانے) اور دفع الی السماء کا قرآن میں ذکر ہے۔ حاشا وکلا قرآن کریم کے علاوہ احادیث میں کوئی دوسرا نسخ مراد نہیں، دونوں جگہ ایک ہی ذات مراد ہے۔ اور اگر بالفرض والتقدیر مرزا جی کے زعم فاسد کی بنا پر ان احادیث میں مشیل مسیح کی ولادت مراد ہے اور اس کا مصداق مرزا جی میں تو مرزا صاحب اپنے اندر وہ علامتیں بتلائیں کہ جو احادیث میں نزول مسیح کی ذکر کی گئی ہیں۔

(۱) تمام ملتوں کا ختم ہو کر فقط ایک ملت اسلام بن جانا کہ روئے زمین پر سوائے اسلام کے کوئی مذہب نہ رہے۔

(۲) خنزیر کو قتل کرنا اور صلیب کو توڑ دینا۔ یعنی یہودیت اور نصاریت کو مٹا دینا۔

(۳) مال کو پانی کی طرح بہا دینا کہ کوئی اس کا قبول کرنے والا نہ رہے۔

(۴) اوجڑیہ کو اٹھا دینا۔

(۵) اوز زمین پر اتنا امن ہو جانا کہ بھیڑیے بکریوں کے ساتھ چرنے لگیں اور

بچے سانپوں سے کھیلنے لگیں۔ ان علامتوں میں سے کوئی علامت بھی مرزا

کے زمانے میں نہیں پائی گئی۔ بلکہ اس کے برعکس اسلام کو تنزل اور صلیبی

مذہب کو ترقی اور اسلامی حکومت کا زوال اور نصاری کا غلبہ ہے اور

مرزا جی کے زمانہ میں ہوا اس کی نظیر نہ گذشتہ میں ہے اور نہ آئندہ میں

ترکی حکومت پر جس قدر بھی زوال آیا وہ تمام کا تمام مرزا جی کے ہی مسیحیت

میں آیا۔ مرزا جی کے زمانہ میں کسے صلیب اور قتل خنزیر کے بجائے خاتم بدین

کسرا سلام اور قتل مسلمانان خوب ہوا۔ مرزا جی کے زمانہ میں عیسائی تو کیا مسلمان ہوتے اُٹھے مسلمان عیسائی بنائے گئے۔ مرزا جی جزیہ کو کیا موقوف کرتے خود ہی نصاریٰ کے باج گزار ہو گئے اور اپنی زمینوں کا ٹیکس اور محصول انگریزوں کو دیتے رہے۔ مسیح موعود کی علامتوں میں سے ایک علامت فیض المال حتیٰ لایقبلہ اعدا تھی۔ یعنی اتنا مال بہائیں گے کہ کوئی اس کا قبول کرنے والا نہ رہے گا۔ مگر مرزا صاحب مال تو کیا ہاتے خود ہی ساری عمر چندہ مانگتے ہیں گزری۔ کبھی مکان کے لیے چندہ مانگا اور کبھی مدرسہ کے نام سے اور کبھی منارۃ المسیح کے نام سے اور کبھی لشکر خانہ کے نام سے اور کبھی بیعت کی فیس کے نام سے اور کبھی کتابوں کی اشاعت کے نام سے۔

غرض یہ کہ ہر حیلہ سے مال جمع کرنے کی تدبیریں کرتے رہے اور تحصیل دنیا کے وہ نئے نئے طریقے نکالے کہ جو کسی بڑے سے بڑے مکار اور خیال کے کے وہم و خیال میں بھی نہیں آسکتے۔

اس حقیقت کے واضح اور آشکار ہونے کے بعد بھی اگر کوئی بد عقل اور بد نصیب ایسے مکار پر اپنی ایمان کی دولت کو قسربان اور نثار کرنا چاہتا ہے تو اس کو اختیار ہے۔ ہمارا کام تو حق اور باطل اور حق اور باطل کے فرق کو واضح کر دینا ہے۔ سوا بھروسہ کر چکے۔ دوا کر چکے اور دعا بھی کرتے ہیں۔ اور آپ سے یہ درخواست ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کریں اور اس سے رشد و ہدایت کی دعا کریں، اور دوا کا

استعمال کریں۔ وَمَا عَلَيْنَا الْبَلَغُ

حَیَاتِ عَلِيِّ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ بِرُ

اجتماعِ اُمَّتٍ

ما فظ عقلائی رحمتہ اللہ علیہ تلخیص الجبروت^{۳۱۹} میں فرماتے ہیں۔
 اہم سے رفع عیسیٰ فاتفق اصحاب الاخبار والتفسیر
 علیہ من بعدہ ببدنہ حیاً وانما اختلفوا هل مات
 قبل ان یرفع او نام۔ انتہی

یعنی تمام محدثین اور مفسرین اس پر متفق ہیں کہ حضرت
 عیسیٰ علیہ السلام اسی بدن کے ساتھ زندہ آسمان پر اٹھتے تو
 اختلاف صرف اس بارے میں ہے کہ رفع الی السماء سے پہلے
 کچھ دیر کے لیے موت طاری ہوئی یا نہیں۔ یا حالت نوم میں اٹھا تو
 گئے۔ (۲ ترجمہ ختم ہوا)

تفسیر بحر المحیط کے صفحہ ۲۶۳ پر ہے:-

قال ابن عطية واجمعت الامة على ما تضمنه

الحديث المتواتر من ان عيسى في السماء حي وانما

يُنزَلُ فِي آخِرِ الزَّمَانِ آه
 یعنی تمام امت کا اس پر اجماع ہو چکا ہے کہ حضرت عیسیٰ
 علیہ السلام آسمان پر زندہ موجود ہیں اور اخیر زمانہ میں نازل
 ہوں گے جیسا کہ احادیث متواترہ سے ثابت ہے۔

اور تفسیر النہر الماد کے ص ۲۷۳ پر ہے:-

واجتمعت الامم على ان يعيسى حي في السماء

ويُنزَلُ الى الارض آه۔

اور تفسیر جامع البیان کے ص ۵۲ پر ہے:-

والاجماع على انه حي في السماء وينزل ويقمتل

الندجال ويوينا الدين آه (تفسیر وجین)

وامام ابوالحسن اشعری قدس الشریعہ کتاب الابانہ عن اصول الایمان کے
 ص ۲۷ پر فرماتے ہیں:-

قال الله عز وجل يعيسى ابي متوفيك ورافحك

الى . وقال الله تعالى وما قتلوه يقينا بل سررناهم

الله اليهم . واجمعت الامم على ان الله عز وجل رفع

عيسى الى السماء آه۔

شیخ اکبر قدس الشریعہ فتوحات مکبہ کے باب ۳۱۷ میں فرماتے ہیں

لا خلاف في انه ينزل في آخر الزمان

علامہ سفارینی شرح عقیدہ سفارینیہ ص ۲ پر فرماتے ہیں:-

کہ عیسیٰ علیہ السلام کا نزول من السماء کتاب اور سنت اور اجماع امت سے ثابت ہے۔ اول آیت وَإِن مِّنْ أَهْلِ الْكِتَابِ إِلَّا فِيهَا نَقْلٌ کی اور ابو ہریرہ کی حدیث نقل کی اب اس کے بعد فرماتے ہیں:-

وَأَمَّا الْجُمُعَاتُ

فقد اجتمعت الأمة على نزوله ولم يخالف فيها احد من اهل الشريعة وإنما انكر ذلك الفلاسفة والملاحدة ممن لا يعتد بخلافه وقد انعقد اجماع الأمة على انه ينزل ويحكم بهذه الشريعة المجددية وليس ينزل بشرعية مستقلة عند نزوله من السماء وان كانت النبوة قائمة به وهو متصف بها.

یعنی یہ اجماع! سو تمام امت مجریہ کا اجماع ہو گیا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ضرور نازل ہوں گے اور اہل اسلام میں سے اس کا کوئی مخالف نہیں۔ صرف فلاسفہ اور ٹھکانے والے دین لوگوں نے اس کا انکار کیا ہے جن کا اختلاف قابل اعتبار نہیں اور نیز تمام امت کا اجماع اس پر ہوا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نازل ہونے کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت کے موافق حکم کریں گے مستقل شریعت کے کراسمان کے

نازل نہ ہوں گے، اگرچہ وصف نبوت ان کے ساتھ قائم ہوگا
شرح عقیدہ سفارینیہ ج ۲

رفع الی السماء اور نزول من السماء الی الارض

کی حکمت

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے رفع اور نزول کی حکمت علماء نے یہ بیان
کی ہے کہ یہود کا یہ دعویٰ تھا کہ ہم نے حضرت عیسیٰ کو قتل کر دیا۔ کما قال و
قَوْلِهِمْ اِنَّا قَتَلْنَا الْمَسِيحَ عِيسَىٰ بْنِ مَرْيَمَ رَسُولَ اللَّهِ۔ اور
دجال جو اخیر زمانہ میں ظاہر ہوگا وہ بھی قوم یہود سے ہوگا۔ اور یہود اس کے
منتجع اور پیرو ہوں گے۔ اس لیے حق تعالیٰ نے اس وقت حضرت عیسیٰ
علیہ السلام کو زندہ آسمان پر اٹھایا اور قیامت کے قریب آسمان سے
نازل ہوں گے اور دجال کو قتل کریں گے تاکہ خوب واضح ہو جائے کہ
جس ذات کی نسبت یہودیہ کہتے تھے کہ ہم نے اس کو قتل کر دیا وہ سب
غلط ہے اُن کو اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرتِ کاملہ اور حکمتِ بالغہ سے زندہ
آسمان پر اٹھایا اور اتنے زمانہ تک اُن کو زندہ رکھا اور پھر تمہارے قتل اور
بربادی کے لیے اتارا تاکہ سب کو معلوم ہو جائے کہ تم جن کے قتل کے مدعی

تھے ان کو قتل نہیں کر سیکے بلکہ ان کو اللہ تعالیٰ نے تمہارے قتل کے لیے نازل کیا اور یہ حکمت فتح البیاری کے باب نزول عیسیٰ ص ۳۵۷ ج ۱۰ پر مذکور ہے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام ملک شام سے آسمان پر اٹھائے گئے تھے اور ملک شام ہی میں نزول ہوگا تاکہ اس ملک کو فتح فرمائیں۔ جیسا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت کے چند سال بعد فتح مکہ کے لیے تشریف لائے، اسی طرح عیسیٰ علیہ السلام نے شام سے آسمان کی طرف ہجرت فرمائی اور وفات سے کچھ روز پہلے شام کو فتح کرنے کے لیے آسمان سے نازل ہوں گے اور یہود کا استیصال فرمائیں گے اور نازل ہونے کے بعد صلیب کا ٹوڑنا بھی اسی طرف مشیر ہوگا کہ یہود اور نصاریٰ کا یہ اعتقاد کہ مسیح بن مریم صلیب پر چڑھنے گئے بالکل غلط ہے۔ حضرت مسیح علیہ السلام تو اللہ تعالیٰ کی حفاظت میں تھے۔ اس لیے نازل ہونے کے بعد صلیب کا نام و نشان بھی نہ چھوڑیں گے۔

اور بعض علماء نے یہ حکمت بیان فرمائی ہے کہ حق تعالیٰ نے تمام انبیاء کو یہ عہد لیا تھا کہ اگر تم نبی کریم کا زمانہ پاؤ تو ان پر ضرور ایمان لانا اور ان کی ضرور مدد کرنا۔ لہذا قال تعالیٰ لَتَجُوبُنَّ عَلَيْهِ وَلَتَنْصُرُنَّهُ اور انبیاء ہی اس سلسلہ کا سلسلہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر ختم ہوتا تھا۔ اس لیے حق تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ کو آسمان پر اٹھایا تاکہ جس وقت دجال ظاہر ہو اس وقت آپ آسمان سے نازل ہوں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کی

مرد سرا میں۔

کیونکہ جس وقت وہاں ظاہر ہوگا وہ وقت امت محمدیہ پر سخت مصیبت کا وقت ہوگا اور امت شریک اور ادا کی محتاج ہوگی۔ اس لیے عیسیٰ علیہ السلام اس وقت نازل ہوں گے تاکہ امت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نصرت و اعانت کا جو وعدہ تمام انبیاء کر چکے ہیں وہ وعدہ اپنی طرف سے اصالہ اور باقی انبیاء کی طرف سے وکالتاً ایفاء فرمائیں فافہم ذلک فانہ لطیف۔

اور بعض علماء نے یہ حکمت بیان فرمائی ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے جب انجیل میں نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام اور آپ کی امت کے اوصاف دیکھے تو حق تعالیٰ سے یہ دعا فرمائی کہ مجھے بھی امت محمدیہ میں سے کر دیجیے۔ حق تعالیٰ نے ان کی یہ دعا قبول فرمائی اور ان کو آخر زمانہ تک باقی رکھا اور قیامت کے قریب دین اسلام کے لیے ایک مچھڑکی حیثیت سے تشریف لائیں گے تاکہ قیامت کے نزدیک ان کا حشر امت محمدیہ کے زمرہ میں ہو۔

وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے رفع الی السماء اور نزول کے اسرار و حکم کے بارے میں اس ناچیز نے ایک مستقل رسالہ لکھا ہے۔ طالبان حق اس رسالہ کو ضرور دیکھیں۔ ان شاء اللہ تعالیٰ وہ رسالہ موجب سکینت و طمانینت ہوگا۔ اس رسالہ کا نام لطیف الحکم فی اسرار نزول عیسیٰ بن مریم ہے ۱۲

حضرت عیسیٰ علیہ السلام رسول بھی ہیں اور صحابی بھی ہیں

حافظ شمس الدین ذہبی تجرید میں اور حافظ ابن حجر عسقلانی اصحابہ میں اور علامہ زرقانی شرح مواہب میں تحریر فرماتے ہیں کہ عیسیٰ بن مریم جس طرح نبی اللہ اور رسول اللہ ہیں اسی طرح صحابی بھی ہیں۔ اس لیے کہ مسیح بن مریم علیہما السلام نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو لیلۃ المعراج میں بحالت حیث وفات سے پیشتر اسی جسد عنصری کے ساتھ دیکھا ہے اور دوسرے حضرات انبیاء علیہم السلام نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو لیلۃ المعراج پر اپنی اپنی وفات کے بعد دیکھا ہے :-

سروی ابن عساکر عن انس
قلنا یا رسول اللہ، ما آینا
صاغت شیئا ولا نراه قال
ذک انی عیسیٰ بن مریم
انتظر تنحی قطنی طوافہ
فسلمت علیہ

ابن عساکر نے اس رضی اللہ عنہ سے
روایت کیا ہے کہ ہم نے عرض کیا، یا
رسول اللہ! ہم نے آپ کو کسی کو مصافحہ
کرتے دیکھا مگر اس شخص کو نہ دیکھا جس
سے آپ نے مصافحہ فرمایا۔ ارشاد فرمایا
کہ وہ میرے بھائی عیسیٰ بن مریم تھے ہیں
ان کا منتظر رہا یہاں تک کہ وہ اپنے طواف

درقانی شرح مواہب

ص ۳۲۷ ج ۵

وصروی ابن عدای عن انس
بینا نحن مع النبی صلی اللہ
علیہ وسلم اذ سارینا بردا
وینا فقلنا یا رسول اللہ ما
ہذا الذی سارینا والید
قال قد سار یتموہ قلنا
نعم قال ذاک عیسیٰ بن مریم
سلو علی۔

سے فارغ ہوئے تب میں نے ان کو
سلام کیا۔

ابن عدی نے انس سے روایت کیا ہے
کہ ہم ایک مرتبہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم
کے ساتھ تھے اچانک ایک چادر اور
ایک ہاتھ نظر آیا۔ ہم نے آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا۔
آپ نے فرمایا کیا تم نے دیکھا ہے؟
ہم نے عرض کیا ہاں۔ آپ نے فرمایا
یہ میرے بھائی عیسیٰ بن مریم تھے۔
جنہوں نے اس وقت مجھ کو سلام کیا۔

عیسیٰ علیہ السلام کا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے معاصر ہونا تو دلائل
حیات سے معلوم ہو چکا تھا، مگر احادیث معراج اور ابن عساکر اور ابن عدی
کی روایت سے ملاقات بھی ثابت ہو گئی۔ اس لیے اگر بالفرض حضرت
عیسیٰ علیہ السلام نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی روایت فرمائیں تو
اس روایت کو علی شرط البخاری حدیث متصل سمجھنا چاہیے۔ کیونکہ امام
بخاری کے نزدیک اتصال روایت کے لیے ثبوت لقاء شرط ہے
اور امام مسلم کے نزدیک محض معاشرت کافی ہے۔

علامہ تاج الدین سبکی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے

صحابی ہونے کو بطور انعام اور معہ اپنے ایک قصیدہ میں ذکر کیا ہے

من باتفاق جمیع الخلق افضل من

خیر الصحاب ابی بکر و من عسر

وہ کون شخص ہے کہ جو بالاتفاق ابو بکرؓ اور عمرؓ سے بھی افضل ہے کہ جو

تمام صحابہ سے افضل و بہتر ہیں

ومن علی و من عثمان و هو فتی

من امۃ المصطفیٰ المختار من مضر

اور وہ شخص علیؓ اور عثمانؓ سے بھی افضل ہے حالانکہ وہ شخص مصطفیٰ کی

امت کا ایک فرد ہے

الشی بالشی یذکر ایک شے کے ذکر سے دوسری شے یاد آہی جاتی

ہے۔ حافظ عسقلانی اصحابہ میں فرماتے ہیں کہ خضر علیہ السلام جمہور محدثین

کے نزدیک نبی ہیں مگر صحابی بھی ہیں جیسا کہ بعض روایات سے خضر علیہ السلام

کی ملاقات نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے معلوم ہوتی ہے تفصیل کے درکار ہو تو اصحابہ

کی مراجعت فرمائیں۔

عبد ضعیف کتاب سے (عفا اللہ عنہ) کہ اس روایت میں انس بن

مالک رضی اللہ عنہ کی بھی خضر علیہ السلام سے ملاقات مذکور ہے۔ اس لیے

اگر یہ کہا جائے کہ انس بن مالکؓ دو پیغمبروں کے صحابی ہیں تو میں امید کرتا

ہوں کہ یہ کلمہ شاید خلاف حق نہ ہوگا۔

واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم و علیہ السلام و آلہم

سُبْحَانَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُونَ ۝
 وَسَلَامٌ عَلَى الْمُرْسَلِينَ وَالْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ ۝
 فَاطِرَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ مِنْ أَنْتَ وَلِيَّ فِي الدُّنْيَا
 وَالْآخِرَةِ ۝ تَوَفَّنِي مُسْلِمًا وَأَلْحِقْنِي
 بِالصَّالِحِينَ

اللهم انى اعوذ بك من عذاب القبر و
 اعوذ بك من فتنة المسيح الدجال و
 اعوذ بك من فتنة المحيا والممات.

أمين

برحمتك يا ارحم الراحمين
 يا ذا الجلال والاكرام

وانا العبد الضعيف المدعو

محمد دريس الكاند هلووى

بجاءة الله تعالى من خزي الدنيا

وعذاب الآخرة. آمين

کتابخانه کتب خطی و نثری مکتبہ اسلامیہ

تقریر

از آیتہ التالیف و ترجمہ الخلف حضرت مولانا سید محمد انور شاہ

سابق صدر المدین دارالعلوم دیوبند

الحمد لله رب العالمین العاقبة للمتقین والصلاة والسلام علی
رسولہم کل الہ واصحابہ اجمعین

اما بعد! رسالہ کلمۃ اللہ فی حیات روح اللہ مصنفہ علامہ فہامہ جناب مولوی
محمد ادریس صاحب کاندھلوی مدرس دارالعلوم دیوبند کا احقر نے کہیں سے دیکھا،
اور بعض مضامین کو جناب مولف ممدوح کی زبان سے سنا۔ رسالہ مذکورہ حیات عیسیٰ
علیہ السلام میں کافی دشمنی اور مباحث متعلقہ کا عاوی اور جامع ہے۔ نقول معتمد
اور مستند کتابوں سے لی گئی ہیں اور عمدہ سے عمدہ قول سامنے رکھ دیا ہے۔ علماء اور طلباء
کو تلاش اور تتبع سے بے نیاز کر دیا ہے۔ امید ہے کہ طلباء اس کی قدر کریں گے اور
مخلوق کو جو درجہ ال کے فتنہ میں مبتلا ہے ہدایت اور ارشاد کا ذریعہ ہوگا۔ حق
تعالیٰ جناب مولف کی سعی شکور اور عمل مبرور فرمائے۔ آمین یا رب العالمین

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ

مدرس دارالعلوم

تقریر

از خزانہ پین حضرت لانا شہیر احمد صاحب عثمانی

رحمۃ اللہ علیہ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
اِحمد لله وسلم على عباده الذين اصطفى

تقریباً دو سال ہوئے کہ بمقام فیروز پور (پنجاب) قادیانی مرزائیوں سے متنازع فیہ مسائل میں علماء دیوبند کی گفتگو ہوئی تھی۔ سب سے پہلی بحث حضرت مسیح بن مریم علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کی حیات اور رفع الی السماء اور دوبارہ تشریف آوری کے متعلق تھی جس میں دیوبند کی طرف سے ہرادرِ کریم جناب مولوی محمد ادریس صاحب کاندھلوی مدرس دارالعلوم دیوبند تھے مولوی صاحب نے جو عالمانہ اور محققانہ تقریر فرمائی بھروسہ اللہ تعالیٰ نہ صرف نام پہلے ہی اس سے محفوظ اور مطمئن ہوئی بلکہ بندہ کے روبرو بعض ممتاز مرزائیوں نے بھی اس کی معقولیت اور سنجیدہ روش کی داد دی اور اس طرح مولوی صاحب کے

عالمانہ طرز استدلال نے منکرین سے بھی خراجِ تحسین وصول کیا۔ ع

والفضل فاشهدت بملاعداء

میں نے اسی وقت مولانا موصوف سے درخواست کی تھی کہ آپ اس مسئلہ کے تمام اطراف و جوانب کی توضیح و تحقیق ایک کتاب کے ذریعہ سے اس طرح کر دیجئے کہ غائب حاضری کے لیے اس میں بصیرت ہو اور مسئلہ کا تمام مادہ بیک نظر سامنے آجائے اور سی باطل پرست کو گنجائش نہ رہے کہ اس کتاب کے مطالعہ کے بعد وہ ایک حق پرستی کے قدم ڈگمگائے۔ حق تعالیٰ شانہ مولوی صاحب موصوف کے علم و عمل میں ترقی عطا فرمائے کہ انہوں نے میری اس ناچیز گزارش کو رائیگاں نہیں جانے دیا اور بڑی محنت و عرق ریزی کے بعد ایک ایسی تالیف برادرانِ اسلام کے سامنے پیش کر دی ہے جس میں اس اہم مسئلہ کا کافی و شافی حل موجود ہے اور شاید یہ کہنا مبالغہ نہ ہوگا کہ اس باب میں اس وقت تک کوئی کتاب اس قدر جامع اور جاوی ایسے سادہ اور سہ تکلف طرز میں نہیں لکھی گئی۔ ناظرین مطالعہ کے بعد خود اندازہ لگا سکیں گے کہ جو کچھ میں کہہ رہا ہوں وہ از سر تا پا واقعہ ہے اور ان کو ممنون ہونا چاہیے مولف محترم کا اور ان اکابرِ دارالعلوم کا جن کی توجہ اور سعی سے یہ پیش بہار سالہ نور افزائے دیدہ مشائخین ہوا۔

مشیر احمد عثمانی

دیوبند۔ ۷ ارجھادی الآخر ۱۳۲۲ھ

ہماری مذہبی مطبوعات

جلد اول، دوم۔ مصنفہ مولانا ابوالقاسم صاحب دلاوی
سیرت کبریٰ یعنی سوانح اقدس حضرت خاتم الانبیاء حضرت محمد مصطفیٰ
 صلی اللہ علیہ وسلم۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت پاک پر کافی کتب لکھی جا چکی
 ہیں مگر اس کتاب میں نہایت عمدہ پیرایہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت پاک
 کے تمام پہلوؤں پر انتہائی بالغ نظری سے روشنی ڈالی گئی ہے کتاب پڑھنے
 سے دل میں ایک خاص قسم کی رقت طاری ہوتی ہے۔ نیز کوئی ایسا واقعہ
 کتاب میں درج نہیں ہے کہ جس کی سند بے ساختہ درج نہ ہو۔

جناب مولانا ابوالقاسم صاحب دلاوی کا نام نامی ہی کتاب کی فائیت کیلئے کافی
 ضخامت پر دو جلد ۱۰۲۲ صفحات قیمت ہر جلد مجلد ۰۔۸۰۔۱۰ روپے

علامہ شبلی نعمانی کی مشہور آفاق تصنیف جس میں
الفاروق سیرت علامہ موصوف نے خلیفہ ثانی حضرت عمر فاروق

رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زندگی کے واقعات قلم بند کئے ہیں۔ انکے اسلام لانے
 انکی شجاعت سلطنت کے بارے میں نظم و نسق تدبیر اور فراست و غیرہ پر مفصل
 طور سے روشنی ڈالی گئی ہے۔

کاغذ گیزر عمدہ چھپائی بہترین صفحات ۶۷۹ قیمت مع ٹائٹل رنگین پائی آنے روپے

اس کتاب میں ہمارے پیشوا اور مقتدا حضرت امام ابوحنیفہ
امام اعظم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے تمام حالات زندگی مع عملی و علمی کارناموں

کے نہایت محققانہ رنگ میں بیان کئے گئے ہیں۔ یہ کتاب بھی حضرت علامہ شبلی نعمانی کی مشہور تصنیف ہے۔

کاغذ گلیز، بڑھیا، صفحات ۲۰۰، قیمت مجلد پائی آنے روپے ۴۔۰۰

اسلام کے بنیادی اصول و دلائل کی روشنی میں از حضرت مولانا محمد ادریس صاحب شیخ الحدیث جامعہ اشرفیہ لاہور

علم الکلام | اس کتاب میں توحید رسالت، قیامت، جنت، دوزخ وغیرہ تمام اسلامی اصولوں کو نہایت مدلل طور پر براہین و دلائل عقلیہ سے ثابت کر کے نصاریٰ و مشرکین کا بہترین رد پیش کیا ہے۔ اسلام کی صداقت کے وہ دلائل جمع فرمائے ہیں کہ پڑھنے والے کا ایمان مضبوط ہوتا ہے۔ صفحات بڑے سائز کے ۲۰۰ سے زائد قیمت مجلد ۴/۰ روپے

فضائل ذکر | یعنی (برکات ذکر) اس میں وہ آیات و احادیث جمع کی ہیں جن میں ذکر کے برکات اور کلمہ طیبہ کے فضائل اور رسوم

کلمہ یعنی تسبیحات فاطمہ کے ثواب وارد ہوئے ہیں۔ خاتمہ میں صلوات التبیح کا مفصل بیان ہے۔ مضامین کے ذیل میں جگہ جگہ اہل اللہ اور ذاکرین کے سبق آموز اور عبرت خیز قصے ہیں جن کا شمار اس ہر سنت میں مشکل ہے۔

کتابت اور طباعت نہایت عمدہ کاغذ سفید بہترین گلیز سائز ۲۰۰×۳۰۰
کتابی سائز ٹائٹل خوشنما۔ قیمت صرف پائی آنے روپے ۴۔۰۰

ملنے کا پتہ

کتب خانہ صدیقی پیرن بوٹگریٹ ملتان شہر

وَمَا قَتَلُوهُ يَقِينًا كَلِمَةً رَفَعَهُ اللَّهُ إِلَيْهَا كَانِ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ
 ترجمہ: اور انہوں نے انکو یقینی بات نہ ہے کہ یہ اس کو قتل کیا
 قتل نہیں کیا بلکہ ان کو خدا تعالیٰ نے اپنی طرف اٹھایا اور اللہ تعالیٰ بڑی بڑی رحمت ہیں

کلمۃ اللہ
 فی

193

حیاتِ رُوحِ اللہ
 ملقب بہ

حیاتِ علیؑ

مؤلفہ
 حضرت مولانا محمد ادریس رضا مدظلہ ترحم الخدیث برعہ سرالہو

مدنہ کا پتہ

مکتبہ صدیقہ بیرون بوہڑ کریٹ ملتان شہر